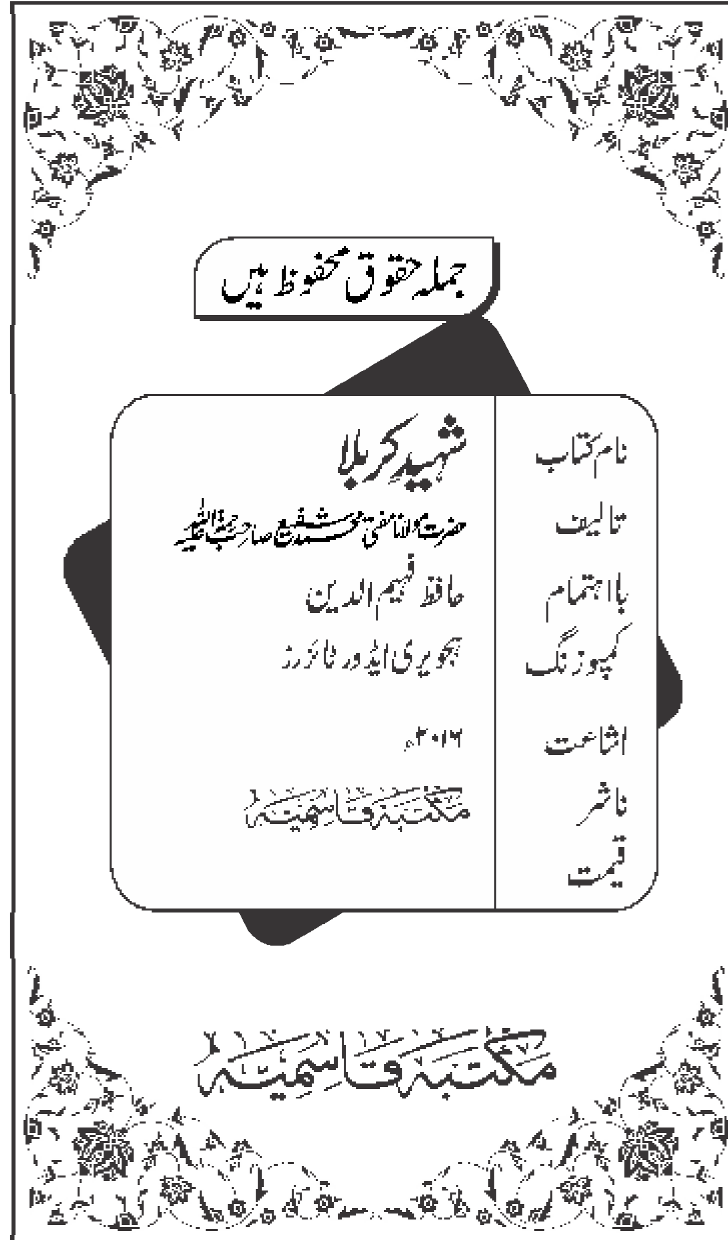

بسم اللہ الرحمن الرحیم


الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ


شہیدِ کربلا
جگر گوشۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور انکے اصحاب رضی اللہ عنہم
کا واقعۂ شہادت اور مسلمانوں کیلئے
دعوتِ فکر و عمل
تالیف
حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مکتبۃ قاسمیۃ


جملہ حقوق محفوظ ہیں
نام کتاب شہیدِ کربلا
تالیف حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ
باہتمام حافظ فہیم الدین
کمپوزنگ ہجویری ایڈورٹائزرز
اشاعت ۲۰۱۶ء
ناشر مکتبہ قاسمیہ
قیمت
مکتبہ قاسمیہ

فہرست مضامین



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دعوتِ فکر وعمل

جگر گوشۂ رسول اللہ ﷺ سید شباب اہل الجنۃ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی درد ناک مظلومانہ شہادت پر تو زمین وآسمان روئے، جنات روئے جنگل کے جانور متاثر ہوئے۔ انسان اور پھر مسلمان، تو ایسا کون ہے جو اس کا درد محسوس نہ کرے۔ یا کسی زمانہ میں بھول جائے۔ لیکن شہید کربلا رضی اللہ عنہ کی روح مقدس درد وغم کا رسمی مظاہرہ کرنے والوں کی بجائے ان لوگوں کو ڈھونڈتی ہے جو ان کے درد کے شریک اور مقصد کے ساتھی ہوں، ان کی خاموش مگر زندہ جاوید زبانِ مبارک مسلمانوں کو ہمیشہ اس مقصدِ عظیم کی دعوت دیتی رہتی ہے جس کے لئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ بے چین ہو کر مدینہ سے مکہ اور پھر مکہ سے کوفہ جانے کے لئے مجبور تھے اور جس کے لئے اپنے سامنے اپنی اولاد اور اپنے اہل بیت کو قربان کر کے خود قربان ہو گئے۔

واقعہ شہادت کو اوّل سے آخر تک دیکھئے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خطوط اور خطبات کو غور سے پڑھئے۔ آپ کو معلوم ہو گا کہ مقصد یہ تھا:

☆۔۔۔۔۔۔ کتاب وسنت کے قانون کو صحیح طور پر رواج دینا۔

☆۔۔۔۔۔۔ اسلام کے نظامِ عدل کو از سرِ نو قائم کرنا۔

☆ ۔۔۔۔۔۔ اسلام میں خلافت نبوت کے بجائے ملوکیت و آمریت کی بدعت کے مقابلہ میں مسلسل جہاد کرنا۔

☆ ۔۔۔۔۔۔ حق کے مقابلہ میں زورزور کی نمائشوں سے مرعوب نہ ہونا۔

☆ ۔۔۔۔۔۔ حق کے لئے اپنا جان و مال اور اولاد سب قربان کردینا۔

☆ ۔۔۔۔۔۔ خوف و ہراس اور مصیبت و مشقت میں نہ گھبرانا اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا اور اسی پر توکل اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا۔

کوئی ہے جو جگر گوشۂ رسول اللہ ﷺ مظلوم کربلا، شہید جور و جفا کی اس پکار کو سنے اور ان کے مشن کو ان کے نقشِ قدم پر انجام دینے کے لئے تیار ہو۔ ان کے اخلاقِ فاضلہ اور اعمالِ حسنہ کی پیروی کو اپنی زندگی کا مقصد ٹھہرائے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنی اور اپنے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت اطہار کی محبت کاملہ اور اتباع کامل نصیب فرما۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ لَمۡ یَزَلۡ وَلَا یَزَالُ حَیًّا قَیُّوۡمًا سَمِیۡعًا بَصِیۡرًا وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیۡرِ خَلۡقِہِ الَّذِیۡ اَرۡسَلَہ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّسِرَاجًا مُّنِیۡرًا وَعَلٰی نُجُوۡمِ الۡھُدٰی اَھۡلِ بَیۡتِہٖ وَاَصۡحَابِہِ الَّذِیۡنَ نَوَّرُوۡا تَنۡوِیۡرًا

سیّد شباب اہل الجنۃ ریحانۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور اُن کے اصحاب کی مظلومانہ دردانگیز شہادت کا واقعہ کچھ ایسا نہیں جس کو بھلایا جاسکے، نہ صرف مسلمان بلکہ ہر انسان اس سے اپنے دل میں ایک درد محسوس کرنے پر مجبور ہے اور اس میں اہل نظر کے لئے بہت سی عبرتیں اور نصائح ہیں اس لیے اس واقعہ کے بیان میں سینکڑوں بلکہ شاید ہزاروں کی تعداد میں مفصل ومختصر کتابیں ہر زبان میں لکھی گئی ہیں لیکن ان میں بکثرت ایسے رسائل ہیں جن میں صحیح روایات اور مستند کتب سے مضامین لینے کا اہتمام نہیں کیا گیا، اس لیے زمانۂ دراز سے بعض احباب کا تقاضا تھا کہ اس موضوع پر ایک مختصر مگر جامع رسالہ لکھا جائے مگر مشاغل سے فرصت نہ تھی۔ اس وقت اتفاقاً ایک مختصر مضمون "اسوۂ حسینی" لکھنے کے قصد سے قلم اُٹھایا، مگر واقعہ کے تسلسل نے بہت اختصار پر قائم نہ رہنے دیا اور یہ ایک مستقل رسالہ بن گیا جس میں ان حضرات کی خواہش کی بھی تکمیل ہوگئی۔

فَلِلّٰہِ الۡحَمۡدُ وَھُوَ وَلِیُّ التَّوۡفِیۡقِ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

لَیۡلَۃُ الۡعَاشُوۡرَاءِ مِنۡ ۱۳۷۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شہیدِ کربلا رضی اللہ عنہ

یوں تو دنیا کی تاریخ کا ہر ورق انسان کے لئے عبرتوں کا مرقع ہے۔ خصوصاً اس کے اہم واقعات تو انسان کے ہر شعبۂ زندگی کے لئے ایسے اہم نتائج سامنے لاتے ہیں جو کسی دوسری تعلیم و تلقین سے حاصل نہیں ہو سکتے۔ اسی لئے قرآنِ کریم کا ایک بہت بڑا حصہ قصص اور تاریخ پر مشتمل ہے۔ قرآنِ مجید نے تاریخ کو تاریخ کی حیثیت یا کسی قصّہ و افسانہ کی صورت میں مدون و مرتب شکل میں پیش نہیں کیا۔ اس میں یہی اشارہ ہے کہ تاریخ خود اپنی ذات میں کوئی مقصد نہیں، بلکہ وہ نتائج ہیں جو تاریخِ اقوام اور ان میں پیش آنے والے واقعات سے حاصل ہوتے ہیں، اس لیے قرآنِ کریم نے قصص کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے نتائج کے لئے پیش فرمائے ہیں۔

سیدنا و سید شباب اہل الجنۃ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کا واقعۂ شہادت نہ صرف اسلامی تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے، بلکہ پوری دنیا کی تاریخ میں بھی اس کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے، اس میں ایک طرف ظلم و جور اور سنگدلی اور بے حیائی و محسن کشی کے ایسے ہولناک اور حیرت انگیز واقعات ہیں کہ انسان کو ان کا تصور بھی دشوار ہے۔ اور دوسری طرف اہل اطہار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چشم و چراغ اور ان کیستر، بہتر متعلقین کی چھوٹی سی جماعت کا باطل کے مقابلہ پر جہاد اور اس پر ثابت قدمی اور قربانی اور جانثاری کے ایسے محیر العقل واقعات ہیں جن کی نظیر تاریخ میں ملنا مشکل ہے اور ان دونوں میں آنے والی نسلوں کے لئے ہزاروں

عبرتیں اور حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

واقعۂ شہادت جب سے پیش آیا اس وقت سے لے کر آج تک اس پر علاوہ مفصل کتب تاریخ کے مستقل کتابیں اور رسالے ہر زبان میں بے شمار لکھے گئے، لیکن ایسے وقائع جن سے عوام وخواص کا دلی تعلق ہو اس میں غلط سلط روایات کی آمیزش کچھ مستند نہیں، میں نے اس زیرِ نظر رسالہ میں اس کی کوشش کی ہے کہ غیر [1] مستند روایت نہ آنے پائے۔

اس کا اصل متن تاریخ کامل ابن اثیر ہے جو عزیز الدین ابن اثیر جزری کی تصنیف اور کتب تاریخ میں ہر طبقہ میں مقبول و مستند مانی گئی ہے۔

دوسری کتب، تاریخ طبری، تاریخ الخلفاء، اسعاف الراغبین وغیرہ اور عام کتب حدیث سے بھی اقتباسات لیے گئے ہیں جن کا حوالہ دیا گیا ہے۔ یہ واقعات ایک دریائے خون ہے جس میں داخل ہونا آسان نہیں۔ ان واقعات کے لکھنے اور دیکھنے سننے کے لئے بھی جگر تھام کر بیٹھنا پڑتا ہے میں مختصر طور پر ان کو پیش کر رہا ہوں۔

وَاللّٰهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ

خلافت اسلامیہ پر ایک حادثہ عظیمہ

حضرت ذی النورین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت سے فتنوں کا ایک غیر منقطع سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس میں منافقین کی سازشیں، بھولے بھالے مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے کے واقعات پیش آتے ہیں۔ مسلمانوں کے آپس میں تلوار چلتی ہے، مسلمان بھی وہ جو خیر الخلائق بعد الانبیاء کہلانے کے مستحق ہیں۔

خلافت کا سلسلہ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر پہنچتا ہے تو حکومت میں خلافت راشدہ کا وہ

---

[1] لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ تاریخ کی مستند روایات بھی تاریخ ہی کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مستند تاریخ کا بھی وہ درجہ نہیں ہوتا جو مستند و معتبر احادیث کا کہ ان پر احکام عقائد اور حلال وحرام کی بنیاد ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری جیسے نقاد حدیث کی تاریخ کبیر وصغیر کا وہ درجہ نہیں جو صحیح بخاری کا ہے ۱۲ محمد شفیع

مثالی رنگ نہیں رہتا جو خلفائے راشدین کی حکومتوں کو حاصل تھا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ زمانہ سخت فتنہ کا ہے، آپ اپنے بعد کے لئے کوئی ایسا انتظام کریں کہ مسلمانوں میں پھر تلوار نہ نکلے، اور خلافت اسلامیہ پارہ پارہ ہونے سے بچ جائے۔ باقتضاء حالات یہاں تک کوئی نامعقول یا غیر شرعی بات بھی نہ تھی۔

لیکن اس کے ساتھ ہی آپ کے بیٹے یزید کا نام مابعد کی خلافت کے لئے پیش کیا جاتا ہے، کوفہ سے چالیس مسلمان آتے ہیں یا بھیجے جاتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس کی درخواست کریں کہ آپ کے بعد آپ کے بیٹے یزید سے زیادہ کوئی قابل اور ملکی سیاست کا ماہر نظر نہیں آتا، اس کے لئے بیعت خلافت لی جائے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو شروع میں کچھ تامل بھی ہوتا ہے، اپنے مخصوصین سے مشورہ کرتے ہیں، ان میں اختلاف ہوتا ہے، کوئی موافقت میں رائے دیتا ہے کوئی مخالفت میں، یزید کا فسق وفجور بھی اس وقت تک کھلا نہیں تھا، بالآخر بیعت یزید کا قصد کرلیا جاتا ہے۔

اسلام پر بیعت یزید کا حادثہ

شام وعراق میں معلوم نہیں کس کس طرح کے لوگوں نے یزید کے لئے بیعت کا چرچا کیا اور یہ شہرت دی گئی کہ شام وعراق کوفہ وبصرہ یزید کی بیعت پر متفق ہو گئے۔

اب حجاز کی طرف رخ کیا گیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے امیر مکہ ومدینہ کو اس کام کے لئے مامور کیا گیا، مدینہ کا عامل مروان تھا، اس نے خطبہ دیا اور لوگوں سے کہا کہ امیر المومنین معاویہ، ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی سنت کے مطابق یہ چاہتے ہیں کہ اپنے بعد کے لئے یزید کی خلافت پر بیعت لی جائے، عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ یہ غلط ہے۔ یہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی سنت نہیں بلکہ کسریٰ وقیصر کی سنت ہے، ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہ نے خلافت اپنی اولاد میں منتقل نہیں کی اور نہ اپنے کنبہ ورشتہ میں۔

حجاز کے عام مسلمانوں کی نظریں اہل بیتِ اَطہار پر لگی ہوئی تھیں خصوصاً حضرت

حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ پر جن کو وہ بجا طور پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد مستحق خلافت سمجھتے تھے وہ اس میں حضرت حسین، حضرت عبداللہ بن عمر، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کی رائے کے منتظر تھے کہ وہ کیا کرتے ہیں۔

ان حضرات کے سامنے اوّل تو کتاب وسنت کا یہ اصول تھا کہ خلافتِ اسلامیہ خلافت نبوت ہے اس میں وراثت کا کچھ کام نہیں کہ باپ کے بعد بیٹا خلیفہ ہو، بلکہ ضروری ہے کہ آزادانہ انتخاب سے خلیفہ کا تقرر کیا جائے۔ دوسرے ان کی نگاہ میں یزید کے ذاتی حالات بھی اس کی اجازت نہ دیتے تھے کہ اس کو تمام ممالک اسلامیہ کا خلیفہ مان لیا جائے ان حضرات نے اس تجویز کی مخالفت کی اور ان میں سے اکثر آخر دم تک مخالفت پر رہی رہے۔ اسی حق گوئی اور حمایت حق کے نتیجہ میں مکہ ومدینہ میں دارورسن اور کوفہ وکربلا میں قتلِ عام کے واقعات پیش آئے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خود ۵۱ھ میں حجاز کا سفر کیا، مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ ان سب حضرات سے نرم وگرم گفتگو ہوئی، سب نے کھلے طور پر مخالفت کی۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شکایت اور انکی نصیحت

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے یہ شکایت کی کہ یہ حضرات میری مخالفت کرتے ہیں۔ اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا نے ان کو نصیحت کی کہ میں نے سنا ہے کہ آپ ان پر جبر کرتے ہیں اور قتل کی دھمکی دیتے ہیں، آپ کو ہرگز ایسا نہ کرنا چاہئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ غلط ہے، وہ حضرات میرے نزدیک واجب الاحترام ہیں، میں ایسا نہیں کرسکتا لیکن بات یہ ہے کہ شام وعراق اور عام اسلامی شہروں کے باشندے یزید کی بیعت پر متفق ہوچکے ہیں، بیعت خلافت مکمل ہوچکی ہے، اب یہ چند

حضرات مخالفت کر رہے ہیں۔اب آپ ہی بتلائیے کہ مسلمانوں کا کلمہ ایک شخص پر متفق ہو چکا ہے اور ایک بیعت مکمل ہو چکی ہے کیا میں اس بیعت کو مکمل ہونے کے بعد توڑ دوں!

اُم المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ تو آپ کی رائے ہے، آپ جانیں لیکن میں یہ کہتی ہوں کہ ان حضرات پر تشدد نہ کیجئے، احترام ورفق کے ساتھ ان سے گفتگو کیجئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے وعدہ کیا کہ میں ایسا ہی کروں گا۔(ابن کثیر)

حضرت حسین اور عبداللہ بن زبیر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے قیام مدینہ کے زمانہ میں یہ محسوس کرتے تھے کہ ہمیں مجبور کیا جائے گا، اس لیے مع اہل وعیال مکہ مکرمہ پہنچ گئے، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ حج کے لئے مکہ تشریف لے گئے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مکہ میں

مدینہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حج کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لائے یہاں اوّل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بلایا اور فرمایا۔

"اے ابن عمر! تم مجھ سے کہا کرتے تھے کہ مجھے ایک رات ایسی گزارنا پسند نہیں جس میں میرا کوئی امیر نہ ہو، میں نے اس امر کے پیش نظر اپنے بعد کے لئے یزید کی خلافت پر بیعت لے لی ہے کہ میرے بعد مسلمانوں میں افراتفری نہ پھیلے، سب مسلمان اس پر متفق ہو گئے، تعجب ہے کہ آپ اختلاف کرتے ہیں، میں آپ کو متنبہ کرتا ہوں کہ مسلمانوں کے جمع شدہ نظم کو مختل نہ کریں اور فساد نہ پھیلائیں۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ:

آپ سے پہلے بھی خلفاء تھے اور ان کے بھی اولاد تھی، آپ کا بیٹا کچھ ان کے بیٹوں سے بہتر نہیں ہے، مگر انہوں نے اپنے بیٹوں کے لئے وہ رائے قائم نہیں کی جو آپ اپنے

بیٹے کے لئے کررہے ہیں بلکہ انہوں نے مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کو سامنے رکھا۔

آپ مجھے تفریقِ ملت سے ڈراتے ہیں، سو آپ یاد رکھیں کہ میں تفرقہ بین المسلمین کا سبب ہرگز نہ بنوں گا، میں مسلمانوں کا ایک فرد ہوں۔ اگر سب کسی راہ پر پڑ گئے تو میں بھی ان میں شامل رہوں گا۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی)

اس کے بعد عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے اس معاملہ میں گفتگو فرمائی، انہوں نے شدت سے انکار کیا کہ میں کبھی اس کو قبول نہیں کروں گا۔

پھر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو بلا کر خطاب کیا، انہوں نے بھی ایسا ہی جواب دیا۔

اجتماعی طور پر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحیح مشورہ:

اس کے بعد حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ وغیرہ خود جا کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملے اور ان سے کہا کہ آپ کے لئے یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ آپ اپنے بیٹے یزید کے لیے بیعت پر اصرار کریں ہم آپ کے سامنے تین صورتیں رکھتے ہیں جو آپ کے پیشرؤں کی سنت ہے۔

۱۔ آپ وہ کام کریں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا کہ اپنے بعد کے لئے کسی کو متعین نہیں فرمایا، بلکہ مسلمانوں کی رائے عامہ پر چھوڑ دیا۔

۲۔ یا وہ کام کریں جو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا کہ ایک ایسے شخص کا نام پیش کیا جو نہ ان کے خاندان کا ہے، نہ ان کا کوئی قریبی رشتہ دار ہے اور اس کی اہلیت پر بھی سب مسلمان متفق ہیں۔

۳۔ یا وہ صورت اختیار کریں جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کی کہ اپنے بعد کا معاملہ چھ آدمیوں پر دائر کر دیا۔

اس کے سوا ہم کوئی چوتھی صورت نہیں سمجھتے، نہ قبول کرنے کے لئے تیار ہیں، مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنی اس رائے پر اصرار رہا کہ اب تو یزید کے ہاتھ پر بیعت مکمل ہو

چکی ہے، اس کی مخالفت آپ لوگوں کو جائز نہیں ہے۔

سادات اہل حجاز کا بیعت یزید سے انکار:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں تو یہ معاملہ یہیں تک رہا کہ شام وعراق کے تو عام لوگوں نے یزید کی بیعت کو قبول کرلیا اور دوسرے حضرات نے جب یہ دیکھا کہ یزید پر مسلمانوں کی بڑی تعداد مجتمع ہوگئی تو بحالت مجبوری انہوں نے بھی مسلمانوں کو انتشار اور تفرقہ سے بچانے کے لئے اس کی بیعت قبول کرلی، مگر اہل مدینہ اور خصوصاً حضرت حسین، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم بیعت یزید سے انکار پر ثابت قدم رہے اور کسی کی پرواکیے بغیر حق بات کا اعلان کرتے رہے کہ یزید ہرگز اس قابل نہیں کہ اس کو خلیفہ المسلمین بنایا جائے، یہاں تک کہ حضرت معاویہ کی وفات ہوگئی، اور یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی جگہ لے لی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات اور وصیت:

وفات سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو کچھ وصیتیں فرمائیں، ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ میرا اندازہ یہ ہے کہ اہل عراق حسین رضی اللہ عنہ کو تمہارے مقابلہ پر آمادہ کردیں گے، اگر ایسا ہو اور مقابلہ میں تم کامیاب ہوجاؤ تو ان سے درگزر کرنا، اور ان کی قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پورا احترام کرنا، ان کا سب مسلمانوں پر بڑا حق ہے۔

(تاریخ کامل ابن اثیر صفحہ ا جلد ۴)

یزید کا خط ولید کے نام

یزید نے تخت خلافت پر آتے ہی والی مدینہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو خط لکھا کہ حضرت حسین اور عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کو بیعت خلافت پر مجبور کرے، اور ان کو اس معاملہ میں مہلت نہ دے، ولید کے پاس جب یہ خط پہنچا تو فکر میں پڑ گیا کہ اس حکم کی

تعمیل کس طرح کرے، مروان بن حکم جو ان سے پہلے والی مدینہ رہ چکا تھا اس کو مشورہ کے لئے بلایا، اس نے مشورہ دیا کہ ابھی تک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر مدینہ میں شائع نہیں ہوئی، مناسب یہ ہے کہ ان لوگوں کو فوراً بلا لیا جائے، اگر وہ یزید کے لئے بیعت کر لیں تو مقصد حاصل ہے، ورنہ سب کو وہیں قتل کر دیا جائے۔

ولید نے اسی وقت عبداللہ بن عمرو بن عثمان کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس بلانے کے لئے بھیجا، اس نے ان دونوں حضرات کو مسجد میں پایا اور امیر مدینہ ولید کا حکم پہنچا دیا، دونوں نے کہا تم جاؤ ہم آتے ہیں، اس کے جانے کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہ وقت امیر کی مجلس کا نہیں ہے، اس وقت ہمیں بلانے میں کوئی خاص راز ہے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنی ذکاوت سے پوری بات سمجھ گئے تھے، فرمایا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا ہے اور اب وہ چاہتے ہیں کہ لوگوں میں ان کے انتقال کی خبر مشہور ہونے سے پہلے وہ ہمیں یزید کی بیعت پر مجبور کریں، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی ان کی رائے سے اتفاق کیا اور کہا کہ پھر اب کیا رائے ہے؟ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں جا کر اپنے نوجوانوں کو جمع کر لیتا ہوں اور پھر ان کو ساتھ لے کر ولید کے پاس پہنچتا ہوں میں اندر جاؤں گا اور نوجوانوں کو دروازہ پر چھوڑ جاؤں گا کہ کوئی ضرورت پڑے تو میں ان کی امداد حاصل کر سکوں، اس قرارداد کے مطابق حضرت حسین رضی اللہ عنہ ولید کے پاس پہنچے، وہاں مروان بھی موجود تھا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے سلام کے بعد اول تو ولید اور مروان کو نصیحت کی کہ تم دونوں میں پہلے کشیدگی تھی، اب میں آپ دونوں کو مجتمع دیکھ کر خوش ہوا، اور دعا کہ اللہ تعالیٰ آپ دونوں کے تعلقات خوشگوار رکھے، اس کے بعد ولید نے یزید کا خط حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھ دیا، جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر اور اپنی بیعت کا تقاضا تھا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر اظہارِ غم و افسوس کیا اور بیعت کے متعلق یہ فرمایا کہ میرے جیسے آدمی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ خلوت میں پوشیدہ طور پر بیعت کر لوں، مناسب یہ ہے کہ آپ سب کو جمع

کریں اور بیعتِ خلافت کا معاملہ سب کے سامنے رکھیں، اس وقت میں حاضر ہوں گا، جو کچھ ہوگا سب کے سامنے ہو جائے گا، ولید ایک عافیت پسند انسان تھا، اس بات کو قبول کر کے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو واپسی کی اجازت دے دی، مگر مروان نے ان کے سامنے ہی کہا کہ اگر حسین رضی اللہ عنہ اس وقت تمہارے ہاتھ سے نکل گئے تو پھر کبھی تمہیں ان پر قدرت نہ ہوگی، میرا خیال یہ ہے کہ آپ ان کو روک لیں اور جب تک بیعت نہ کریں جانے نہ دیں، ورنہ قتل کر دیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے مروان کو سخت جواب دیا کہ تو کون ہوتا ہے جو ہمیں قتل کرائے؟ اور یہ فرما کر وہاں سے نکل آئے۔

مروان نے ولید کو ملامت کی کہ تو نے موقع ضائع کر دیا، ولید نے کہا کہ خدا کی قسم مجھے ساری دنیا کی سلطنت اور دولت بھی اگر اس کے بدلے میں ملے کہ میں حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کروں تو میں اس کے لئے تیار نہیں قیامت کے روز حسین رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ جس کی گردن پر ہو وہ نجات نہیں پا سکتا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ مکہ چلے گئے:

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اپنے بھائی جعفر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر راتوں رات مدینہ سے نکل گئے، جب وہ تلاش کرنے پر ہاتھ نہ آئے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا تعاقب کیا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بھی یہی صورت اختیار کی کہ اپنی اولاد اور متعلقین کو لے کر مدینہ سے نکل گئے اور دونوں مکہ مکرمہ پہنچ کر پناہ گزیں ہو گئے، یزید کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو ولید بن عتبہ کی سستی پر محمول کر کے ان کو معزول کر دیا ان کی جگہ عمرو بن سعید اشدق کو امیر مدینہ بنایا اور ان کی پولیس کا افسر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت عمرو کو بنایا، کیونکہ اس کو معلوم تھا کہ ان دونوں بھائیوں میں شدید اختلاف ہے۔ عمرو بن زبیر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی گرفتاری میں کوتاہی نہ کرے گا۔

گرفتاری کے لئے فوج کی روانگی

عمرو بن زبیر نے پہلے تو رؤساءِ مدینہ میں جو لوگ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے حامی تھے ان سب کو بلا کر سخت تشدد کیا اور مار پیٹ کے ذریعہ ان پر رعب جمانا چاہا اس کے بعد بمشورۂ عمرو بن سعید دو ہزار جوانوں کا لشکر لے کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی گرفتاری کے لئے مکہ مکرمہ روانہ ہوا، ابوشریح خزاعی نے عمرو بن سعید کو اس حرکت سے روکا کہ مکہ مکرمہ میں قتل وقتال جائز نہیں، جو لوگ حرم مکہ میں پناہ گزیں ہیں ان کو گرفتاری کے لئے بھیجنا خدائے تعالیٰ کی حدود کو توڑنا ہے، مگر عمرو بن سعید نے ان کی بات نہ مانی اور حدیث میں تاویلیں کرنے لگا۔ (صحیح بخاری)

عمرو بن زبیر دو ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہو گیا اور مکہ سے باہر قیام کر کے اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آدمی بھیجے کہ مجھے یزید کا یہ حکم ہے کہ تمہیں گرفتار کروں، میں مناسب نہیں سمجھتا کہ مکہ مکرمہ کے اندر قتال ہو، اس لیے تم خود کو میرے حوالے کر دو۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے چند نوجوانوں کو اس کے مقابلہ کے لئے بھیج دیا جنہوں نے اس کو شکست دی اور عمرو بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ابن علقمہ کے گھر میں پناہ لی، دوسری طرف جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ مدینہ سے نکلے تو راستہ میں عبداللہ بن مطیع ملے، دریافت کیا کہ آپ کہاں جاتے ہیں، فرمایا اس وقت تو مکہ مکرمہ کا قصد ہے، اس کے بعد میں استخارہ کروں گا کہ کہاں جاؤں، عبداللہ بن مطیع نے کہا کہ میں ایک خیر خواہانہ مشورہ دیتا ہوں کہ آپ مکہ ہی میں رہیں، خدا کے لیے آپ کوفہ کا رخ نہ کریں وہ بڑا منحوس شہر ہے۔ اس میں آپ کے والد ماجد قتل کیے گئے اور آپ کے بھائی کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا گیا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ مکہ میں پہنچ کر مقیم ہو گئے اور اطراف کے مسلمان ان کی خدمت میں آنے جانے لگے۔

اہلِ کوفہ کے خطوط

ادھر جب اہل کوفہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر ملی اور یہ کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ وغیرہ نے بیعت یزید سے انکار کر دیا تو کچھ حضرات شیعہ سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان پر جمع ہوئے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ ہم بھی یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے تیار نہیں، آپ فوراً کوفہ آ جائیے، ہم سب آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے، یزید کی طرف سے کوفہ کے امیر جو حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ ہیں ان کو یہاں سے نکال دیں گے۔

اس کے دو روز بعد اسی مضمون کا ایک اور خط لکھا اور دوسرے خطوط حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجے جس میں یزید کی شکایات اور اس کے خلاف اپنی نصرت وتعاون اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا یقین دلایا گیا اور چند وفود بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے،، حضرت حسین رضی اللہ عنہ وفود اور خطوط سے متاثر ہوئے، مگر حکمت و دانش مندی سے یہ کیا کہ بجائے خود جانے کے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کیا اور ان کے ہاتھ یہ خط لکھ بھیجا کہ:

> "بعد سلام مسنون! مجھے آپ لوگوں کے خط ملے اور حالات کا اندازہ ہوا، میں اپنے معتمد چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں تاکہ وہ حالات کا جائزہ لے کر مجھے خط لکھے، اگر وہ حالات کی تحقیق کرنے کے بعد مجھے خط لکھیں گے تو میں فوراً کوفہ پہنچ جاؤں گا۔"

مسلم بن عقیل کوفہ جانے سے پہلے مدینہ طیبہ پہنچے اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نماز ادا کی، اور اپنے اہل وعیال سے رخصت ہوئے، کوفہ پہنچ کر مختار کے گھر میں مقیم ہوئے، یہاں کے حضرات ان کے پاس آنے جانے لگے، جب کوئی نیا آدمی آتا تو مسلم بن عقیل اس کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خط پڑھ کر سناتے تھے جس کو سن کر سب پر گریہ طاری ہو جاتا تھا۔

مسلم بن عقیل نے چند روز کے قیام سے یہ اندازہ لگا لیا کہ یہاں کے عام مسلمان یزید کی بیعت سے متنفر اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت کے لئے بے چین ہیں، آپ نے یہ دیکھ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لئے بیعت خلافت لینی شروع کر دی، چند روز میں صرف کوفہ سے اٹھارہ ہزار مسلمانوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لئے بیعت کر لی اور یہ سلسلہ روز بروز بڑھتا جا رہا تھا۔

مسلم بن عقیل نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ کے لئے دعوت دی

اس وقت مسلم بن عقیل کو یہ اطمینان ہو گیا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائیں تو بے شک پورا عراق ان کی بیعت میں آ جائے گا، حجاز کے لوگ ان کے پہلے ہی تابع اور دلدادہ ہیں، اس لئے ملت اسلام کے سر سے بآسانی یزید کی مصیبت ٹل جائے گی اور ایک صحیح معیاری خلافت قائم ہو جائے گی، انہوں نے ہدایت کے موافق حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ آنے کی دعوت دے دی۔ (کامل ابن اثیر)

حالات میں انقلاب

مگر یہ خط لکھنے کے بعد بحکم قضاء و قدر اس طرف حالات بدلنا شروع ہو گئے یزید کی طرف سے نعمان بن بشیر کوفہ کے حاکم تھے، ان کو جب یہ اطلاع ملی کہ مسلم بن عقیل حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لئے بیعت خلافت لے رہے ہیں لوگوں کو جمع کر کے ایک خطبہ دیا جس میں کہا کہ:

> "ہم کسی سے لڑنے کے لئے تیار نہیں اور نہ محض شبہ یا تہمت پر کسی کو پکڑتے ہیں، لیکن اگر تم نے سرکشی اختیار کی اور اپنے امام (یزید) کی بیعت توڑی تو قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ میں تلوار سے تم لوگوں کو سیدھا کر دوں گا، جب تک تلوار کا دستہ میرے ہاتھ

میں قائم رہے گا۔" (کامل ابن اثیر صفحہ ۹ ج ۴)

عبداللہ بن مسلم بن سعید حضرمی جو بنی اُمیہ کا حلیف تھا، یہ خطبہ سن کر کھڑا ہوا اور بولا کہ جو حالات آپ کے سامنے ہیں، ان کی اصلاح بغیر تشدد کے نہیں ہوسکتی، اور جو رائے آپ نے اختیار کی ہے یہ کمزور اور بزدلوں کی رائے ہے، نعمان بن بشیر نے جواب دیا کہ:

"میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کمزور بزدل سمجھا جاؤں یہ میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ اس کی معصیت میں دلیر و بہادر کہلاؤں۔" (ابن اثیر)

یہ دیکھ کر خود عبداللہ بن مسلم نے براہ راست ایک خط یزید کو بھیج دیا جس میں مسلم بن عقیل کے آنے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لئے بیعت لینے کا واقعہ ذکر کر کے لکھا کہ:

"اگر تمہیں کوفہ کی کچھ ضرورت ہے اور اس کو اپنے قبضہ میں رکھنا چاہتے ہو تو یہاں کے لئے کسی قوی آدمی کو فوراً بھیجئے جو آپ کے احکام کو قوت کے ساتھ نافذ کر سکے، موجودہ حاکم نعمان بن بشیر یا تو کمزور ہیں، یا قصداً کمزوری کا معاملہ کر رہے ہیں۔"

اسی کے ساتھ ہی دوسرے لوگوں نے بھی اسی مضمون کے خط یزید کو لکھے جن میں عمارہ بن الولید اور عمرو بن سعد بن ابی وقاص وغیرہ شامل تھے، یزید کے پاس یہ خطوط پہنچے تو اپنے والد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مشیر خاص سرجون کو بلا کر مشورہ کیا کہ کوفہ کی حکومت کس کو سپرد کرے، اس کی رائے یہ ہوئی کہ عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ کا عامل بنایا جائے، لیکن یزید کے تعلقات اس کے ساتھ اچھے نہ تھے، اس لیے سرجون نے کہا کہ میں آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں کہ اگر آج حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ زندہ ہو جائیں اور وہ آپ کو کوئی مشورہ دیں تو آپ قبول کریں گے؟ یزید نے کہا بے شک، اس وقت سرجون نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایک فرمان نکالا، جس میں کوفہ کی امارت پر عبیداللہ بن زیاد کو مقرر کیا گیا تھا۔

کوفہ پر ابن زیاد کا تقرر، مسلم بن عقیل کے قتل کا حکم

یزید نے اس کے مشورے کو قبول کر کے عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ اور بصرہ دونوں کا حاکم بنا دیا، اور اس کو ایک خط لکھا کہ فوراً کوفہ پہنچ کر مسلم بن عقیل کو گرفتار کرے اور قتل کر دے، یا کوفہ سے نکال دے، ابن زیاد کو یہ خط ملا تو فوراً کوفہ جانے کا عزم کر لیا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خط اہلِ بصرہ کے نام

ادھر ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ایک خط اشراف اہل بصرہ کے نام پہنچا، جس کا مضمون یہ تھا۔

"آپ لوگ دیکھ رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مٹ رہی ہے اور بدعات پھیلائی جا رہی ہیں، میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کرو اور اس کے احکام کی تنفیذ کے لئے کوشش کرو۔" (کامل ابن اثیر، صفحہ ۹ جلد ۴)

یہ خط خفیہ بھیجا گیا تھا، اور تو سب نے اس خط کو راز میں رکھا لیکن منذر بن جارود کو یہ خیال ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ خط لانے والا خود ابن زیاد کا جاسوس ہو، اس لیے اس نے یہ خط ابن زیاد کو پہنچا دیا اور جو شخص یہ خط لے کر آیا تھا اس کو بھی ابن زیاد کے سامنے پیش کر دیا، ابن زیاد نے اس قاصد کو قتل کر ڈالا اور اس کے بعد اہل بصرہ کو جمع کر کے ایک خطبہ دیا جس میں کہا کہ:

"جو شخص میری مخالفت کرے میں اس کے لئے ایک عذاب الیم ہوں اور جو موافقت کرے اس کے لئے راحت ہوں، مجھے امیر المومنین نے کوفہ جانے کا حکم دیا ہے، میں صبح وہاں جا رہا ہوں، اور اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو بصرہ میں اپنا قائم مقام بناتا ہوں میں تمہیں متنبہ کر

دینا چاہتا ہوں کہ اس کے حکم کی مخالفت کا دھیان کبھی دل میں نہ لانا،
اور اگر مجھے کسی شخص کے متعلق خلاف کی خبر ملی تو میں اس کو بھی قتل کر
دوں گا اور اس کے ولی کو بھی اور اس کے خاندان کے عریف (لیڈر)
کو بھی، تم مجھے جانتے ہو کہ میں ابن زیاد ہوں۔" (کامل ابن اثیر)

ابن زیاد کوفہ میں

اس کے بعد ابن زیاد اپنے ساتھ مسلم بن عمر باہلی اور شریک ابن اعور کو ساتھ لے کر کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا، کوفہ کے لوگ پہلے سے حضرت حسین ﷛ کی آمد آمد کے منتظر تھے، اور ان میں بہت سے لوگ حضرت حسین ﷛ کو پہچانتے بھی نہ تھے، جب ابن زیاد کوفہ میں پہنچا تو ان لوگوں نے سمجھا کہ یہی حسین ﷛ ہیں، وہ جس مجلس سے گزرتا سب یہ کہہ کر اس کا استقبال کرتے تھے کہ مرحبا بك یا ابن رسول الله۔

ابن زیاد یہ منظر خاموشی کے ساتھ دیکھ رہا تھا اور دل میں کڑھتا تھا، کہ کوفہ پر تو حضرت حسین ﷛ کا پورا تسلط ہو چکا ہے۔

اب پورے شہر کوفہ میں حضرت حسین ﷛ کے آنے کی خبر مشہور ہو گئی۔ لوگ جوق در جوق زیارت کے لئے آنے لگے، ادھر نعمان بن بشیر والئ کوفہ کو یہ خبر ملی تو باوجود یزید کا ملازم ہونے کے اہل بیت کا احترام دل میں رکھتے تھے، اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ گئے، ابن زیاد ان کے دروازے پہنچا، لوگوں کا ایک ہجوم اس کو حضرت حسین ﷛ سمجھ کر ساتھ تھا، جن کا شور و شغب اور ہنگامہ نعمان بن بشیر نے اندر سے سنا تو وہیں سے آواز دی کہ:

"جو امانت یعنی ولایت کوفہ میرے سپرد ہے وہ آپ کے حوالہ نہ کروں
گا، اس کے علاوہ میں آپ سے لڑنا نہیں چاہتا۔"

ابن زیاد خاموشی کے ساتھ یہ سب مظاہرے اور والی کوفہ کا معاملہ دیکھ رہا ہے اب اس نے دروازہ کے قریب پہنچ کر نعمان کو آواز دی کہ دروازہ کھولو، میں ابن زیاد

ہوں، یزید کی طرف سے مامور ہو کر آیا ہوں، اس وقت دروازہ کھولا گیا اور اندر جانے کے بعد پھر بند کر لیا گیا۔

کوفہ میں ابن زیاد کی پہلی تقریر

اگلے روز صبح ہی ابن زیاد نے اہل کوفہ کو جمع کر کے ایک تقریر کی، جس میں کہا کہ امیر المومنین نے مجھے تمہارے شہر کا حاکم بنایا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ تم میں جو شخص مظلوم ہو اس کے ساتھ انصاف کیا جائے، اور جو اپنے حق سے محروم کر دیا گیا ہے اس کو اس کا حق دیا جائے اور جو شخص اطاعت اور فرمانبرداری کرے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے، اور جو سرکشی اور نافرمانی کرے یا جس کی حالت اس معاملہ میں مشتبہ ہو اس پر تشدد کیا جائے، خوب سمجھ لو کہ میں امیر المومنین کا تابع فرمان رہ کر ان کے احکام کو ضرور نافذ کروں گا، میں نیک چلن لوگوں کے لئے مہربان باپ اور اطاعت کرنے والوں کے لئے حقیقی بھائی ہوں، اور میرا کوڑا اور میری تلوار صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو میری اطاعت سے بغاوت کریں اور میرے احکام کی مخالفت کریں، اب آپ لوگ اپنی جانوں پر رحم کھائیں اور بغاوت سے باز آئیں۔

اس کے بعد شہر کے تمام عرفاء نمائندوں اور لیڈروں کو خطاب کر کے حکم دیا کہ تمہارے شہر میں جتنے آدمی باہر کے پردیسی ٹھہرے ہوئے ہیں یا یزید کے مخالف ہیں ان سب کی تفصیلات فوراً میرے پاس پہنچا دو جو شخص ایسے لوگوں کی رپورٹ ہمیں دے دے گا وہ بری سمجھا جائے گا اور جو نہ دے گا وہ اپنے پورے حلقہ اثر کا ضامن و ذمہ دار ہو گا کہ اس میں کوئی شخص بھی ہماری مخالفت نہ کرے گا، اور جو ایسا نہ کرے گا اس سے ہمارا ذمہ بری ہے ہم اس کو قتل کر دیں گے اور جس شخص کے حلقۂ اثر میں خلیفہ وقت یزید کا کوئی مخالف پایا جائے گا اس کو اسی کے دروازے پر سولی پر چڑھا دیا جائے گا اور اس کا حقِ نمائندگی سلب کر لیا جائے گا۔

مسلم بن عقیل کے تاثرات

ادھر مسلم بن عقیل جو مختار بن ابی عبید کے گھر میں مقیم تھے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لئے بیعت خلافت لے رہے تھے، ان کو جب ابن زیاد کی اس تقریر کا علم ہوا تو یہ خطرہ ہوا کہ اب ان کی مخبری کر دی جائے گی اس لئے مختار کا گھر چھوڑ کر ہانی ابن عروہ مرادی کے مکان پر گئے، دروازہ پر پہنچ کر ہانی ابن عروہ کو بلایا، وہ باہر آئے اور مسلم بن عقیل کو اپنے دروازے پر دیکھ کر پریشان ہو گئے۔ مسلم نے کہا کہ میں تمہارے پاس پناہ لینے کے لئے آیا ہوں، ہانی ابن عروہ نے جواب دیا کہ آپ مجھ پر بڑی مصیبت ڈال رہے ہیں اور اگر آپ میرے گھر کے اندر نہ آ گئے ہوتے تو میں یہی پسند کرتا کہ آپ لوٹ جائیں، مگر اب کہ آپ داخل ہو چکے ہیں میں اپنی ذمہ داری محسوس کرتا ہوں، اچھا آ جائیے مسلم ان کے مکان میں روپوش ہو گئے، کوفہ کے مسلمان ان کی خدمت میں خفیہ آتے جاتے رہے۔

مسلم کی گرفتاری کے لئے ابن زیاد کی چالاکی!

ادھر ابن زیاد نے اپنے ایک خاص دوست کو بلا کر تین ہزار درہم دیئے اور اس کام پر مامور کیا کہ مسلم بن عقیل کا پتہ لگائے، یہ شخص مسجد میں مسلم بن عوسجہ اسدی کے پاس پہنچا جن کے متعلق کچھ لوگوں سے سنا تھا کہ وہ مسلم ابن عقیل رضی اللہ عنہ کے راز دار ہیں، وہ جب نماز سے فارغ ہوئے تو اس شخص نے علیحدہ لے جا کر ان سے کہا کہ میں شام کا باشندہ ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھ پر انعام فرمایا ہے کہ مجھے اہل بیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت عطا فرمائی، یہ تین ہزار درہم اس لیے لایا ہوں کہ اس شخص کے سپرد کر دوں، جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لئے بیعت لے رہا ہے، مجھے لوگوں سے یہ پتہ چلا ہے کہ آپ کو اس شخص کا علم ہے، اس لئے یہ روپیہ آپ مجھ سے لے لیں، اور مجھے وہاں پہنچا دیں تاکہ میں بھی ان کے ہاتھ پر بیعت کر لوں، اور اگر آپ چاہیں تو مجھ سے آپ ہی ان کے لئے بیعت لے لیجئے۔ مسلم بن عوسجہ نے کہا

کہ مجھے آپ کی ملاقات سے خوشی ہوئی آپ کی مراد ان شاء اللہ پوری ہوگی، اور شاید اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ اہل بیت اطہار کی مدد فرمائے، مگر مجھے اس سے بڑا خطرہ ہوگیا کہ لوگوں میں میرا نام ابھی سے مشہور ہوگیا، بہر حال مسلم بن عوسجہ نے اس شخص سے حلف اور عہد لیا کہ راز فاش نہ کرے گا، یہ شخص چند روز تک ان کے پاس انتظار میں آتا جاتا رہا کہ وہ اس کو مسلم بن عقیل سے ملا دیں گے۔

ابن زیاد۔ ہانی بن عروہ کے گھر میں

اتفاقاً ہانی بن عروہ جن کے گھر میں مسلم بن عقیل روپوش تھے، بیمار ہو گئے، ابن زیاد بیماری کی خبر پا کر عیادت کے لئے ان کے گھر پہنچا، اس وقت عمارہ بن عبد سلولی نے ان سے کہا کہ یہ موقع غنیمت ہے، اس وقت دشمن (ابن زیاد) تمہارے قابو میں ہے قتل کرادو، ہانی ابن عروہ نے کہا کہ شرافت کے خلاف ہے کہ اس کو اپنے گھر میں قتل کروں، یہ موقع نکل گیا۔

مگر اتفاقاً ایسا ہی ایک اور موقع پیش آیا کہ شریک ابن اعور جو کہ ابن زیاد کے ساتھ کوفہ میں آیا تھا مگر اہل بیت سے محبت رکھنے کے سبب ابن زیاد سے جدا ہو کر ہانی بن عروہ کا مہمان اور ہم راز ہوگیا تھا، یہ بیمار پڑا تو پھر ابن زیاد نے خبر بھیجی کہ آج شام کو میں شریک ابن عور کی عیادت کے لئے آؤں گا۔

مسلم بن عقیل کی انتہائی شرافت اور اتباعِ سنت

شریک ابن اعور نے بھی اس موقع کو غنیمت جان کر مسلم بن عقیل سے کہا یہ فاجر آج شام کو میری عیادت کے لئے آنے والا ہے، جب یہ آ کر بیٹھے تو آپ یکبارگی اس پر حملہ کر کے قتل کر دیں، پھر آپ مطمئن ہو کر قصرِ امارت میں بیٹھیں، اگر میں تندرست ہوگیا تو بصرہ پہنچ کر وہاں کا انتظام آپ کے حق میں درست کردوں گا۔

شام ہوئی اور ابن زیاد کے آنے کا وقت ہوا تو مسلم بن عقیل اندر جانے لگے، اس وقت شریک نے ان سے کہا کہ آج موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دینا، جب وہ بیٹھ جائے تو فوراً قتل کر دینا، مگر اس وقت بھی ان کے میزبان ہانی بن عروہ نے کہا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ وہ میرے گھر میں مارا جائے۔

یہاں تک کہ ابن زیاد آ گیا اور شریک کی مزاج پرسی شروع کی، شریک نے قصداً بات کو طول دیا اور جب دیکھا کہ مسلم بن عقیل باہر نہیں آتے تو ایک شعر پڑھا۔ مَاتَنْتَظِرُوْنَ سَلْمٰی لَاتُحَیُّوْنَا (تم سلمیٰ کے متعلق کیا انتظار کرتے ہو اس کو سلام کیوں نہیں کرتے) اور بار بار یہ شعر پڑھنے لگے، ابن زیاد نے سمجھا کہ بیماری کی وجہ سے حواس میں اختلال ہے کہ بے جوڑ باتیں کر رہے ہیں، ہانی بن عروہ سے پوچھا، انہوں نے کہا جی ہاں اس بیماری میں ان کا یہی حال ہے، کبھی کبھی ہزیان کی باتیں کرنے لگتے ہیں، ابن زیاد کے ساتھ مہران بھی آیا تھا، وہ تاڑ گیا، اور ابن زیاد کو اشارہ کیا یہ فوراً وہاں سے اُٹھ گیا۔ اس کے جانے کے بعد مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ باہر آئے تو شریک نے پوچھا آپ نے یہ موقع کیوں گنوا دیا، اور س شخص کے قتل کے لئے آپ کے لئے کیا مانع تھا، مسلم بن عقیل نے فرمایا دو خصلتیں مانع ہوگئیں، اوّل تو یہ کہ میں جس شخص کے گھر میں مہمان ہوں اور پناہ گزین ہوں وہ اس کو پسند نہیں کرتے، دوسرے ایک حدیث جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مجھے سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ایمان حیلہ کے ساتھ اچانک قتل کرنے سے منع فرماتا ہے کسی مومن کو جائز نہیں کہ مومن کو حیلہ کر کے اچانک قتل کرے۔

اہلِ حق اور اہلِ باطل میں فرق

یہاں یہ بات قابلِ ملاحظہ ہے کہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو اپنی موت سامنے نظر آ رہی ہے اور نہ صرف اپنی موت بلکہ اپنے پورے کاندان اہل بیت کی موت اور اس کے ساتھ ایک صحیح اسلامی مقصد کی ناکامی دیکھ رہے ہیں اور جس شخص کے ہاتھوں یہ سب کچھ ہونے

والا ہے وہ اس طرح ان کے قابو میں ہے کہ بیٹھے بیٹھے اسے ختم کر سکتے ہیں، مگر اہلِ حق اور خصوصاً اہل بیت اطہار کا جوہرِ شرافت اور تقاضائے اتباعِ سنت دیکھنے اور یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس وقت بھی ان کا ہاتھ نہیں اٹھتا۔ یہی اہلِ حق کی علامت ہے کہ وہ اپنی ہر حرکت و سکون اور ہر قدم پر سب سے پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک ہمارا یہ قدم صحیح ہے یا نہیں اور اگر کتاب و سنت سے یا تقاضائے شرافت سے ان کی اجازت نظر نہیں آتی تو اپنا سب کچھ قربان کرنے اور مقصد کو نظر انداز کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

اس کے بعد شریک تو اسی بیماری میں تین روز کے بعد انتقال کر گئے، اب جس شخص کو ابن زیاد نے تین ہزار روپے دے کر مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے پیچھے لگایا تھا، وہ مسلم بن عوسجہ کے پاس برابر آمد و رفت رکھتا تھا، بالآخر ایک روز مسلم بن عوسجہ نے اس کو مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ سے ملا دیا، اس نے جا کر مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لئے بیعت کی، اور تین ہزار درہم ان کو دے دیئے اور اب روزانہ ان کے پاس آنے جانے لگا اور اس راستہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی ہر نقل و حرکت اور تمام راز ابن زیاد کے پاس پہنچنے لگے۔

ہانی بن عروہ کی گرفتاری

اب جب کہ ابن زیاد پر پوری طرح راز فاش ہوگیا اور معلوم ہوگیا کہ ہانی بن عروہ نے مسلم بن عقیل کو پناہ دے رکھی ہے تو اس کو ہانی کی فکر ہوئی، لوگوں سے کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ بہت دنوں سے ہانی بن عروہ ہم سے نہیں ملے، لوگوں نے بیماری کا عذر بتایا، مگر اس کو تو گھر کے بھیدی نے سب کچھ بتا رکھا تھا، اس نے کہا نہیں ایسا نہیں ہے، وہ مرض سے اچھے ہو چکے ہیں گھر کے دروازہ پر پہرہ کے لئے بیٹھے رہتے ہیں، آپ لوگ جاؤ اور اس کو سمجھاؤ کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور ہمارے پاس آئیں۔

یہ لوگ ہانی کے پاس پہنچے، حالات کی نزاکت بتلا کر کہا کہ آپ ہمارے ساتھ چلئے، ہانی نے اپنے آپ کو مجبور پایا، ان کے ساتھ چلنے کے لئے سوار ہو گئے جب قصر امارت کے قریب پہنچے تو ان کو احساس ہوا کہ آج میرے لئے خیر نہیں، آنے والوں میں ان کے عزیز حسان بن اسماء بھی تھے، ان سے کہا کہ مجھے اپنے بارے میں خطرہ ہے، حسان نے جواب دیا کہ آپ بالکل فکر نہ کریں میں تو کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتا (وجہ یہ تھی کہ حسان ان واقعات سے بالکل بے خبر تھے)۔

یہ لوگ ہانی کو ساتھ لئے ہوئے قصر امارت میں داخل ہوئے تو ابن زیاد نے قاضی کوفہ شریح سے کہا کہ ایک خائن کو خود اس کے پاؤں نے یہاں تک پہنچا دیا، جب قریب آئے تو ابن زیاد نے شعر پڑھا۔

أُرِيْدُ حَيَاتَهُ وَيُرِيْدُ قَتْلِيْ

"یعنی میں تو اس کی زندگی چاہتا ہوں اور وہ میرے قتل کے درپے ہے۔"

ہانی نے کہا یہ کیا بات ہے، ابن زیاد نے کہا کہ کیا آپ یہ جانتے ہیں کہ ہم ان سازشوں سے بے خبر ہیں جو امیر المومنین کے خلاف آپ کے گھر میں ہو رہی ہیں، آپ نے مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر میں ٹھہرایا ہوا ہے اور اس کے واسطے اسلحہ اور رضا کار جمع کر رہے ہیں۔

ہانی نے انکار کیا اور گفتگو طویل ہوئی، تو ابن زیاد نے اس اپنے جاسوس کو سامنے کر دیا جس کے ذریعہ خبریں پہنچی تھیں، یہ ماجرا دیکھ کر ایک دفعہ تو ہانی ششدر رہ گئے مگر پھر ذرا سنبھل کر بولے۔

ہانی کی شرافت، اپنے مہمان کو سپرد کرنے سے انکار

میری بات سنئے! اور اس کو سچ ماننے میں واللہ آپ سے جھوٹ نہ بولوں گا واقعہ یہ ہے کہ بخدا نہ میں نے مسلم بن عقیل کو بلایا نہ مجھے ان کے معاملہ کی کوئی خبر تھی، اچانک ان کو

اپنے دروازے پر بیٹھا ہوا دیکھا، اور مجھ سے میرے گھر مہمان ہونے کے لئے کہا، مجھے ان کی بات رد کرنے سے حیا مانع ہوئی اور اس کی وجہ سے مجھ پر بہت سی ذمہ داریاں عائد ہوگئیں، میں نے مجبور ہو کر اپنے گھر میں داخل کیا اور مہمان بنالیا، اور اگر اب آپ مجھ پر اطمینان کریں تو میں اپنے گھر جاؤں اور ان کو اپنے گھر سے نکال دوں اور آپ کے پاس آجاؤں ابن زیاد نے کہا کہ خدا کی قسم آپ مجھ سے اس وقت تک جدا نہیں ہو سکتے جب تک مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو میرے سپرد نہ کردیں، ہانی نے کہا کہ میں ہرگز ایسا نہیں کرسکتا کہ اپنے مہمان کو تمہارے سپرد کردوں اور تم اسے قتل کردو۔

حاضر مجلس مسلم بن عمر باہلی نے ابن زیاد سے کہا کہ مجھے اجازت دیجئے میں انہیں سمجھاتا ہوں، علیحدہ لے گئے اور کہا کہ کیوں اپنے آپ کو ہلاک کرتے ہو مسلم کو ان کے سپرد کردو، یہ لوگ سب آپس میں بھائی بھائی ہیں، ایک دوسرے سے نمٹ لیں گے، قتل نہ کریں گے اور نہ کوئی نقصان پہنچائیں گے، اس معاملہ میں نہ آپ کی کوئی رسوائی ہے نہ عار، ہانی نے کہا اس سے زیادہ کیا رسوائی ہو سکتی ہے کہ میں اپنے مہمان کو اس کے دشمن کے حوالہ کردوں، بخدا اگر کوئی میرا یار و مددگار بھی نہ ہوتا اور میں تنہا ہوتا جب بھی اپنے مہمان کو اپنی زندگی میں اس کے سپرد نہ کرتا۔

ہانی ابن عروہ پر تشدد و مار پیٹ

جب ہانی کی یہ پختگی دیکھی تو ابن زیاد اور اس کے مصاحب خاص مہران نے ہانی کے بال پکڑ کر ان کو مارنا شروع کیا، یہاں تک کہ ان کی ناک اور منہ سے خون بہنے لگا، اور کہا کہ اب بھی تم مسلم کو ہمارے حوالے کردو ورنہ تمہیں قتل کردیں گے۔

ہانی نے کہا میرا قتل کردینا تیرے لیے آسان نہیں، اگر ایسا کروگے تو تمہارے قصر امارت کو تلواریں گھیر لیں گی، اس پر ابن زیاد اور برافروختہ ہوا اور مار پیٹ شدید کردی۔

اسماء بن خارجہ جو ہانی کو گھر سے بلا کر لائے تھے، اور ان کو اطمینان دلایا تھا کہ آپ کوئی فکر نہ کریں، وہ اس وقت کھڑے ہوئے اور سختی سے ابن زیاد کو کہا کہ اے غدار تو نے ہمیں ایک شخص کو لانے کے لیے کہا جب ہم اُسے لے آئے تو تو نے اُن کا یہ حال کر دیا، اس پر ابن زیاد نے ہاتھ روکا۔

ہانی کی حمایت میں ابن زیاد کے خلاف ہنگامہ

ادھر شہر میں یہ مشہور ہوگیا کہ ہانی بن عروہ قتل کر دیے گئے، جب یہ خبر عمرو بن حجاج کو پہنچی تو وہ قبیلہ مذحج کے بہت سے نوجوانوں کو ساتھ لے کر موقع پر پہنچے اور ابن زیاد کے مکان کا محاصرہ کیا، اب تو ابن زیاد کو فکر پڑ گئی، قاضی شریح کو کہا کہ آپ باہر جا کر لوگوں کو بتلائیں کہ ہانی بن عروہ صحیح سالم ہیں، قتل نہیں کیے گئے۔ میں خود ان کو دیکھ کر آیا ہوں، اور شریح کے ساتھ اپنا ایک آدمی بطور جاسوس لگا دیا کہ وہ ابن زیاد کے کہنے کے خلاف کوئی بات نہ کریں، قاضی شریح کا یہ قول سن کر عمرو بن حجاج نے اپنے ساتھیوں سے کہہ دیا کہ اب اطمینان ہے تم واپس چلے جاؤ۔

ہانی بن عروہ کے متعلق شہادت کی خبر اور اس کے خلاف قبیلہ مذحج کے ہنگامہ اور ابن زیاد کے قصر کے محاصرہ کی اطلاع جب مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو ملی تو وہ بھی مقابلہ کے لیے تیار ہو کر نکلے اور جن اٹھارہ ہزار مسلمانوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی ان کو جمع کیا، چار ہزار آدمی جمع ہو گئے اور جمع ہوتے جا رہے تھے، یہ لشکر ابن زیاد کی قصر امارت کی طرف بڑھا تو ابن زیاد نے قصر کے دروازوں کو مقفل کر دیا، مسلم رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے قصر کا محاصرہ کر لیا، مسجد اور بازار ان لوگوں سے بھر گیا، جو ابن زیاد کے مقابلہ پر آئے تھے، اور شام تک اس میں اضافہ ہوتا رہا۔

ابن زیاد کے ساتھ قصرِ امارت میں صرف تیس سپاہی اور کچھ خاندان کے سادات تھے، ابن زیاد نے ان لوگوں میں سے چند ایسے لوگوں کو منتخب کیا جن کا اثر و رسوخ ان قبائل پر

تھا جو مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ساتھ محاصرہ کئے ہوئے تھے، اور ان کو کہا کہ تم باہر جا کر اپنے اپنے حلقہ اثر کے لوگوں کو مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے سے روکو، مال وحکومت کا لالچ دلا کر یا حکومت کی سزا کا خوف دلا کر جس طرح بھی ممکن ہو ان کو مسلم سے جدا کر دو۔

ادھر سادات وشیعہ کو حکم دیا کہ تم لوگ قصر کی چھت پر چڑھ کر لوگوں کو اس بغاوت سے روکو، اور اسی خوف وطمع کے ذریعہ ان کو محاصرہ سے واپس جانے کی تلقین کرو۔

محاصرہ کرنے والوں کا فرار اور مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی بے بسی

جب لوگوں نے اپنے ساداتِ شیعہ کی زبانی یہ باتیں سنیں تو متفرق ہونا شروع ہو گئے، عورتیں اپنے بیٹوں بھائیوں کو محاذ سے واپس بلانے کے لیے آنے لگیں، یہاں تک کہ مسجد میں ابن عقیل رضی اللہ عنہ کے ساتھ صرف تیس آدمی باقی رہ گئے، یہ صورتِ حال دیکھ کر مسلم بھی یہاں سے واپس ابواب کندہ کی طرف چلے، جب وہ دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ ان کے ساتھ ایک آدمی بھی نہ رہا تھا۔

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ تن تنہا کوفہ کے گلی کوچوں میں سراسیمہ پھرتے تھے کہ اب کہاں جائیں، بالآخر کندہ کی عورت طوعہ کے گھر پہنچے، ان کے لڑکے بلال اسی ہنگامہ میں باہر گئے ہوئے تھے، وہ دروازے پر واپسی کا انتظار کر رہی تھی، مسلم نے اس سے پانی مانگا، پانی پی کر وہیں بیٹھ گئے۔ عورت نے کہا کہ آپ پانی پی چکے، اب اپنے گھر جائیے، مسلم خاموش رہے، اسی طرح تین مرتبہ یہی کہا اور مسلم خاموش رہے، تو پھر اس نے ذرا سختی سے کہا کہ میں آپ کو دروازہ پر بیٹھنے کی اجازت نہیں دوں گی، آپ اپنے گھر جائیے۔

اس وقت مسلم نے مجبور ہو کر کہا کہ اس شہر میں نہ میرا کوئی گھر ہے نہ خاندان تو کیا تم مجھے پناہ دو گی، میں مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ ہوں، میرے ساتھ میرے ساتھیوں نے دھوکہ کیا، عورت کو رحم آ گیا اور مسلم کو اپنے گھر میں داخل کر لیا اور شام کا کھانا پیش کیا، مسلم نے نہ کھایا، اسی عرصہ میں عورت کے لڑکے بلال واپس آ گئے، دیکھا کہ ان کی والدہ بار بار کمرے کے

اندر جاتی ہیں، بات پوچھی تو عورت نے اپنے لڑکے سے بھی چھپایا، اس نے اصرار کیا تو اس شرط پر بتلا دیا کہ کسی سے اس کا اظہار نہ کرے، اس طرف ابن زیاد نے جب دیکھا کہ لوگوں کا شور وشغب قصر کے گرد نہیں ہے تو اپنے سپاہی کو بھیجا کہ دیکھو کیا حال ہے، اس نے آ کر بیان کیا کہ میدان صاف ہے کوئی نہیں۔

اُس وقت ابن زیاد اپنے قصر سے اُتر کر مسجد میں آیا، اور منبر کے گرد اپنے خواص کو بٹھلایا اور اعلان کرایا کہ سب لوگ مسجد میں جمع ہو جائیں مسجد بھر گئی تو ابن زیاد نے یہ خطبہ دیا۔

> "ابن عقیل رضی اللہ عنہ بے وقوف جاہل نے جو کچھ کیا وہ تم نے دیکھ لیا، اب ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ جس شخص کے گھر میں ابن عقیل رضی اللہ عنہما کو پائیں گے ہمارا ذمہ اس سے بری ہے اور جو کوئی ان کو ہمارے پاس پہنچائے گا اس کو انعام ملے گا، اور اپنی پولیس کے افسر حصین ابن نمیر کو حکم دیا کہ شہر کے تمام گلی کوچوں کے دروازوں پر پہرہ لگا دو، کوئی باہر نہ جا سکے، اور پھر سب گھروں کی تلاشی لو۔"

اسی تلاشی کے درمیان جب اس عورت کے لڑکے بلال نے یہ محسوس کیا کہ بالآخر وہ ہمارے گھر سے گرفتار کیے جائیں گے تو اس نے خود مخبری کر کے عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث کو اس کا پتہ بتلا دیا، اس نے اپنے باپ محمد بن اشعث کو اور اس نے ابن زیاد کو اس کی اطلاع کر دی، ابن زیاد نے محمد بن اشعث کی سرکردگی میں ستر سپاہیوں کا ایک دستہ ان کے گرفتار کرنے کے لیے بھیج دیا۔

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا ستر سپاہیوں سے تنہا مقابلہ

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے جب ان کی آوازیں سنیں تو تلوار لے کر دروازے پر آ گئے، اور سب کا مقابلہ کر کے ان کو دروازہ سے نکال دیا، وہ لوگ پھر لوٹے تو پھر مقابلہ کیا،

اس مقابلہ میں زخمی ہو گئے، مگر اُن کے قابو میں نہ آئے، یہ لوگ چھت پر چڑھ گئے اور پتھر برسانے شروع کیے اور گھر میں آگ لگا دی، مسلم بن عقیل ان کے سب حربوں پر تن تنہا دلیرانہ مقابلہ کر رہے تھے کہ محمد بن اشعث نے اُن کے قریب ہو کر پکارا کہ:

"میں تمہیں امن دیتا ہوں، اپنی جان کو ہلاک نہ کرو، میں تم سے جھوٹ نہیں بول رہا، یہ لوگ تمہارے چچا زاد بھائی ہیں نہ تمہیں قتل کریں گے نہ ماریں گے۔"

مسلم رضی اللہ عنہ بن عقیل کی گرفتاری

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ تن تنہا ستر (۷۰) سپاہیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے زخموں سے چور ہو کر تھک چکے تھے، ایک دیوار سے کمر لگا کر بیٹھ گئے، ان کو ایک سواری پر سوار کر دیا گیا اور ہتھیار ان سے لے لئے گئے، ہتھیار لینے کے وقت ابن عقیل نے کہا کہ یہ پہلی عہد شکنی ہے کہ امن لینے کے بعد ہتھیار چھینے جا رہے ہیں، محمد بن اشعث نے کہا، کہ نہیں آپ کوئی فکر نہ کریں، آپ کے ساتھ کوئی ناگوار معاملہ نہ کیا جائے گا، ابن عقیل نے فرمایا کہ یہ سب محض باتیں ہیں، اور اس وقت ابن عقیل کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

محمد بن اشعث کے ساتھیوں میں عمرو بن عبید بھی تھا جو اُن کو امان دینے کا مخالف تھا، اس نے کہا کہ اے مسلم جو شخص ایسا اقدام کرے جو آپ نے کیا، جب پکڑ لیا جائے تو اس کو رونے کا حق نہیں۔

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ آنے سے روکنے کی وصیّت

ابن عقیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

"میں اپنی جان کے لیے نہیں روتا، بلکہ میں حسین رضی اللہ عنہ اور آلِ حسین

رضی اللہ عنہم کی جانوں کے لیے رو رہا ہوں، جو میری تحریر پر عنقریب کوفہ پہنچنے والے ہیں، اور تمہارے ہاتھوں اسی بلا میں گرفتار ہوں گے جس میں میں گرفتار ہوں۔"

اس کے بعد محمد بن اشعث سے کہا کہ:

"تم نے مجھے امان دیا ہے اور میرا گمان یہ ہے کہ تم اپنے اس امان سے عاجز ہو جاؤ گے۔ لوگ تمہاری بات نہ مانیں گے، اور مجھے قتل کریں گے، تو اب کم از کم تم میری ایک بات مان لو وہ یہ ہے کہ ایک آدمی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس فوراً روانہ کر دو جو اُن کو میرے حال کی اطلاع کر کے یہ کہہ دے کہ آپ راستہ ہی سے اپنے اہل بیت کو لے کر لوٹ جائیں، کوفہ والوں کے خطوط سے دھوکہ نہ کھائیں، یہ وہی لوگ ہیں جن کی بے وفائی سے گھبرا کر آپ کے والد اپنی موت کی تمنّا کیا کرتے تھے۔"

محمد بن اشعث نے حلف کے ساتھ اس کا وعدہ کیا کہ میں ایسا کروں گا۔

محمد بن اشعث نے وعدہ کے مطابق حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو روکنے کے لئے آدمی بھیجا

اسی کے ساتھ ہی محمد بن اشعث نے اپنا وعدہ پورا کیا، ایک آدمی کو خط دے کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس وقت مقامِ زیارتک پہنچ چکے تھے، محمد بن اشعث کے قاصد نے یہاں پہنچ کر خط دیا، خط پڑھ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

كُلُّ مَاقُدِّرَ نَازِلٌ عِنْدَ اللهِ نَحْتَسِبُ اَنْفُسَنَا وَفَسَادَ اُمَّتِنَا (کامل ابن اثیر، صفحہ ۱۴، جلد ۴)

"جو چیز ہو چکی ہے وہ ہو کر رہے گی، ہم صرف اللہ تعالیٰ ہی سے اپنی جانوں کا ثواب چاہتے ہیں اور اُمت کے فساد کی فریاد کرتے ہیں۔"

الغرض یہ خط پا کر بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنا ارادہ ملتوی نہیں کیا اور جو عزم کر چکے تھے اس کو لیے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔

ادھر محمد بن اشعث ابن عقیل رضی اللہ عنہ کو لے کر قصرِ امارت میں داخل ہوئے، اور ابن زیاد کو اطلاع دی کہ میں ابن عقیل رضی اللہ عنہ کو امان دے کر آپ کے پاس لایا ہوں۔

ابن زیاد نے غصہ سے کہا کہ تمہیں امان دینے سے کیا واسطہ، میں نے تمہیں گرفتار کرنے کے لئے بھیجا تھا یا امان دینے کے لئے، محمد بن اشعث خاموش رہ گئے، ابن زیاد نے ان کے قتل کا حکم دے دیا۔

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت اور وصیّت

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ پہلے ہی سے سمجھے ہوئے تھے کہ محمد بن اشعث کا امن دینا کوئی چیز نہیں، ابن زیاد مجھے قتل کرے گا، مسلم رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے وصیت کرنے کی مہلت دو، ابن زیاد نے مہلت دے دی، تو انہوں نے عمر بن سعد سے کہا کہ میرے اور آپ کے درمیان قرابت ہے اور میں اس قرابت کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ مجھے تم سے ایک کام ہے جو راز ہے میں تنہائی میں بتلا سکتا ہوں، عمر بن سعد نے ان کو سننے کی ہمت نہ کی، ابن زیاد نے کہا کچھ مضائقہ نہیں، تم سن لو، ان کو علیحدہ کر کے مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کام یہ ہے کہ میرے ذمہ سات سو درہم قرض ہیں، جو میں نے کوفہ کے فلاں آدمی سے لئے تھے، وہ میری طرف سے ادا کر دو، دوسرا کام یہ ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی بھیج کر ان کو راستہ سے واپس کرا دو، عمر بن سعد نے ابن زیاد سے ان کی وصیّت پورا کرنے کی اجازت مانگی تو اس نے کہا کہ بے شک امین آدمی کبھی خیانت نہیں کرتا، تم ان کا قرض ادا کر سکتے ہو، باقی رہا حسین رضی اللہ عنہ کا معاملہ سو اگر وہ ہمارے مقابلہ کے لئے نہ آئیں تو ہم بھی ان کے مقابلہ کے لئے نہ

جائیں گے اور اگر وہ آئے تو ہم مقابلہ کریں گے۔

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اور ابن زیاد کا مکالمہ

ابن زیاد نے کہا کہ اے مسلم! تم نے بڑا ظلم کیا کہ مسلمانوں کا نظم مستحکم اور ایک کلمہ تھا، سب ایک امام کے تابع تھے، تم نے آ کر ان میں تفرقہ ڈالا، اور لوگوں کو اپنے امیر کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا۔

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ معاملہ یہ نہیں، بلکہ اس شہر کوفہ کے لوگوں نے خطوط لکھے کہ تمہارے باپ نے ان کے نیک اور شریف لوگوں کو قتل کر دیا، ان کے خون ناحق بہائے اور یہاں کے عوام پر کسریٰ و قیصر جیسی حکومت کرنی چاہی، اس لیے ہم اس پر مجبور ہوئے کہ عدل قائم کرنے اور کتاب وسنت کے احکام نافذ کرنے کی طرف لوگوں کو بلائیں اور سمجھائیں۔

اس پر ابن زیاد اور زیادہ برافروختہ ہو کر مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو برُا بھلا کہنے لگا، مسلم رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے، ابن زیاد نے حکم دیا کہ ان کو قصر امارت کی اوپر کی منزل پر لے جاؤ اور سر کاٹ کر نیچے پھینک دو، مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اوپر لے جائے گئے وہ تسبیح و استغفار پڑھتے ہوئے اُوپر پہنچے، اور ابن زیاد کے حکم کے موافق ان کو شہید کر کے نیچے ڈال دیا گیا، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے بعد ہانی بن عروہ کے قتل کرنے کا فیصلہ کیا، ان کو بازار میں لے جا کر قتل کر دیا گیا۔

ابن زیاد نے ان دونوں کے سر کاٹ کر یزید کے پاس بھیج دیئے، یزید نے شکریہ کا خط لکھا، اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ عراق کے قریب پہنچ گئے ہیں اس لئے جاسوس اور خفیہ رپورٹر پورے شہر میں پھیلا دو، اور جس پر ذرا بھی حسین رضی اللہ عنہ کی تائید کا شبہ ہو اس کو قید کر لو، مگر سوا اس شخص کے جو تم سے مقابلہ کرے کسی کو قتل نہ کرو۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا عزمِ کوفہ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس اہل کوفہ کے ڈیڑھ سو خطوط اور بہت سے وفود پہلے پہنچ چکے تھے، پھر مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے یہاں کے اٹھارہ ہزار مسلمانوں کی بیعت کی خبر کے ساتھ ان کو کوفہ کے لئے دعوت دے دی تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ کا عزم کر لیا۔

جب یہ خبر لوگوں میں مشہور ہوئی تو بجز عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے اور کسی نے ان کو کوفہ جانے کا مشورہ نہیں دیا، بلکہ بہت سے حضرات حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ مشورہ دیا کہ آپ کوفہ ہرگز نہ جائیں، اہل عراق و کوفہ کے وعدوں، بیعتوں پر بھروسہ نہ کریں، وہاں جانے میں آپ کے لئے بڑا خطرہ ہے۔

عمر بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا مشورہ

عمر بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ ایسے شہر میں جا رہے ہیں جہاں یزید کے حکام و امراء موجود ہیں، ان کے پاس بیت المال ہے اور لوگ عام طور پر درہم و دینار کے پرستار ہیں، مجھے خطرہ ہے کہ کہیں وہی لوگ آپ کے مقابلہ پر نہ آ جائیں، جنہوں نے آپ سے وعدے کیے اور بلایا ہے اور جن کے قلوب میں بلاشبہ آپ زیادہ محبوب ہیں، بنسبت ان لوگوں کے جن کے ساتھ ہو کر وہ آپ سے مقابلہ کریں گے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے شکریہ کے ساتھ ان کی نصیحت کو سنا اور فرمایا کہ میں آپ کی رائے و مشورہ کا خیال رکھوں گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مشورہ

ابن عباس رضی اللہ عنہما کو جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اس ارادہ کی اطلاع ہوئی تو تشریف لائے اور فرمایا کہ میں یہ خبریں سن رہا ہوں، ان کی کیا حقیقت ہے، آپ کا کیا ارادہ ہے؟ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہاں میں ارادہ کر چکا ہوں، اور آج کل میں جانے

والا ہوں، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، بھائی میں اس سے آپ کو خدا کی پناہ میں دیتا ہوں، خدا کے لئے آپ مجھے یہ بتلائیں کہ آپ کسی ایسی قوم کے لئے جارہے ہیں جنہوں نے اپنے اوپر مسلط ہونے والے امیر کو قتل کر دیا ہے اور وہ لوگ اپنے شہر پر قابض ہو چکے ہیں اور اپنے دشمن کو نکال چکے ہیں تو بے شک آپ کو ان کے بلانے پر فوراً چلے جانا چاہئے۔

اگر وہ آپ کو ایسی حالت میں بلا رہے ہیں جب کہ ان کے سروں پر ان کا امیر قائم وموجود ہے اور وہ اس سے مغلوب ومتاثر ہیں اور ان کے حکام زمینوں کا مالیہ وصول کرتے ہیں تو ان کی یہ دعوت آپ کو ایک سخت جنگ ومقابلہ کی دعوت ہے اور مجھے یہ بھی خطرہ ہے کہ یہی لوگ آپ کو دھوکہ دیں اور مخالفت ومقابلہ پر آمادہ ہو جائیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں فرمایا، اچھا میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرتا ہوں، پھر جو کچھ سمجھ میں آئے گا عمل کروں گا۔

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا دوبارہ تشریف لانا

دوسرے روز ابن عباس رضی اللہ عنہما پھر تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے بھائی میں صبر کرنا چاہتا ہوں، مگر صبر نہیں آتا، مجھے آپ کے پاس اقدام سے آپ کی اور آپ کے اہل بیت کی ہلاکت کا شدید خطرہ ہے۔ اہل عراق عہد شکن بے وفا لوگ ہیں، آپ ان کے پاس نہ جائیے، آپ اسی شہر مکہ میں اقامت کریں، آپ اہل حجاز کے مسلم رہنما اور سردار ہیں اور اگر اہل عراق آپ سے مزید تقاضا کریں تو آپ ان کو یہ لکھیں کہ پہلے اپنے امیر وحکام کو اپنے شہر سے نکال دو، پھر مجھے بلاؤ تو میں آجاؤں گا۔

اور اگر آپ کو یہاں سے جانا ہی ہے تو آپ یمن چلے جائیں کہ وہاں بہت سے محفوظ قلعے اور پہاڑیاں ہیں اور طویل وعریض خطہ ہے، وہاں آپ کے والد کے متبعین بھی بکثرت ہیں، اس طرح آپ لوگوں کے ہنگاموں سے جدا رہ کر بذریعہ خطوط خود حق کی اشاعت

وحمایت بعافیت کرسکیں گے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابن عباس میں جانتا ہوں کہ آپ ناصح مشفق ہیں مگر میں اب عزم کر چکا ہوں کہ اس کو فتح کرنے کے لئے طبیعت آمادہ نہیں ہوتی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میرے بھائی اگر آپ جانا طے ہی کر چکے ہیں تو خدا کے لئے اپنی عورتوں اور بچوں کو ساتھ نہ لے جائیے مجھے خوف ہے کہ کہیں آپ اسی طرح اپنی عورتوں بچوں کے سامنے قتل کیے جائیں جس طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ قتل کئے گئے ہیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی کوفہ کے لئے روانگی

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے نزدیک ایک دینی ضرورت سمجھ کر خدا کے لئے عزم کر چکے تھے، مشورہ دینے والوں نے ان کو خطرات سے آگاہ کیا، مگر مقصد کی اہمیت نے ان کو خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے مجبور کر دیا اور ذی الحجہ ۶۰ھ کی تیسری یا آٹھویں تاریخ کو آپ مکہ سے کوفہ کے لئے روانہ ہو گئے، اس وقت یزید کی طرف سے مکّہ کا حاکم عمرو بن سعید بن العاص مقرر تھا، اس کو ان کی روانگی کی خبر ملی تو چند آدمی راستہ پر ان کو روکنے کے لئے بھیجے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے واپسی سے انکار فرمایا اور آگے بڑھ گئے۔

فرزدق شاعر کی ملاقات اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ارشاد

راستہ میں فرزدق شاعر عراق کی طرف سے آتا ہوا ملا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر پوچھا کہ کہاں کا قصد ہے؟ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بات کاٹ کر ان سے پوچھا کہ یہ تو بتلاؤ کہ اہل عراق وکوفہ کو تم نے کس حال میں چھوڑا ہے؟ فرزدق نے کہا کہ اچھا ہوا آپ نے ایک واقف حال تجربہ کار سے بات پوچھی، میں آپ کو بتاتا ہوں کہ:

"اہل عراق کے قلوب تو آپ کے ساتھ ہیں مگر ان کی تلواریں بنی

اُمیہ کے ساتھ ہیں اور تقدیر آسمان سے نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔"

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم سچ کہتے ہو، اور فرمایا:

لِلّٰهِ الْاَمْرُ مَا يَشَاءُ وَكُلَّ يَوْمٍ رَبَّنَا فِيْ شَاْنٍ اِنْ نَزَلَ الْقَضَاءُ نُحِبُّ فَنَحْمَدُ اللّٰهَ وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى اَدَاءِ الشُّكْرِ وَاِنْ حَالَ الْقَضَاءُ دُوْنَ الرَّجَاءِ فَلَمْ يَعْتَدِ مَنْ كَانَ الْحَقُّ نِيَّتَه وَالتَّقْوٰى سَرِيْرَتَه (کامل ابن اثیر)

اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں تمام کام وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور ہمارا ربّ ہر روز نئی شان میں ہے اگر تقدیرِ الٰہی ہماری مراد کے موافق ہوئی تو ہم اللہ تعالیٰ کا شکر کریں گے اور ہم شکر کرنے میں بھی اسی کی اعانت طلب کرتے ہیں کہ اداءِ شکر کی توفیق دے اور اگر تقدیرِ الٰہی ہماری مراد میں حائل ہوگئی تو وہ خطا پر نہیں جس کی نیّت حق کی حمایت ہو اور جس کے دل میں خوفِ خدا ہو۔

عبداللہ بن جعفر کا خط، واپسی کا مشورہ

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی روانگی کی خبر پائی تو ایک خط لکھ کر اپنے بیٹوں کے ہاتھ روانہ کیا تیزی سے پہنچیں اور راستہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دے دیں، خط کا مضمون یہ تھا۔

"میں خدا کے لیے آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ میرا خط پڑھتے ہی مکّہ کی طرف لوٹ آئیں، میں محض خیر خواہانہ عرض کر رہا ہوں، مجھے آپ کی ہلاکت کا خطرہ ہے، اور خوف ہے کہ آپ کے سب اہل بیت اور

اصحاب کو ختم کر دیا جائے اور اگر خدانخواستہ آپ آج ہلاک ہو گئے تو
زمین کا نور بجھ جائے گا کیوں کہ آپ مسلمانوں کے پیشوا اور اُن کی
آخری امید ہیں۔ آپ چلنے میں جلدی نہ کریں، اس خط کے پیچھے میں
خود بھی آ رہا ہوں، میرا انتظار فرمائیں، والسلام۔" (ابن اثیر)

یہ خط لکھ کر عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے پہلے یہ کام کیا کہ یزید کی طرف سے والی مکہ عمرو بن سعید کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے کہا کہ آپ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لیے ایک پروانہ امان کا لکھ دیں اور ان سے اس کا بھی وعدہ تحریری دے دیں کہ اگر وہ واپس آ جائیں تو ان کے ساتھ مکہ میں اچھا سلوک کیا جائے گا، عامل مکہ عمرو بن سعید نے پروانہ لکھ دیا اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنے بھائی یحییٰ بن سعید کو بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا۔

یہ دونوں راستہ میں جا کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے ملے، اور عمرو بن سعید کا خط ان کو سنایا اور اس کی کوشش کی کہ لَوٹ جائیں، اس وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے اپنے اس عزم کی ایک وجہ بیان کی۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خواب اور اُن کے عزمِ مصمم کی ایک وجہ

کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے اور مجھے آپ کی طرف سے ایک حکم دیا گیا ہے، میں اس حکم کی بجا آوری کے لیے جا رہا ہوں خواہ مجھ پر کچھ بھی گزر جائے۔ انہوں نے پوچھا کہ وہ خواب کیا ہے، فرمایا کہ آج تک میں نے وہ خواب کسی سے بیان کیا ہے نہ کروں گا، یہاں تک کہ میں اپنے پروردگار سے جا ملوں۔

(کامل ابن اثیر، صفحہ ۱ جلد ۴)

بالآخر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی جان اور اولاد کے خطرات اور سب حضرات کے خیر خواہانہ مشوروں نے بھی ان کے عزم مصمم میں کوئی کمزوری پیدا نہ کی اور وہ کوفہ کے لیے روانہ ہو گئے۔

ابن زیاد حاکم کوفہ کی طرف سے حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کی تیاری

ابن زیاد جو کوفہ پر اسی لیے حاکم مقرر کیا گیا تھا، کہ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں سخت سمجھا گیا، اس کو جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی روانگی کی اطلاع ملی تو اس نے اپنی پولیس کے افسر حصین بن نمیر کو آگے بھیجا کہ قادسیہ پہنچ کر مقابلہ کی تیاری کرے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب مقام حاجر پر پہنچے تو اہل کوفہ کے نام ایک خط لکھ کر قیس بن مسہر کے ہاتھ روانہ کیا، خط میں اپنے آنے کی اطلاع اور جس کام کے لیے ان کو اہل کوفہ نے بلایا تھا اس میں پوری کوشش کرنے کی ہدایت تھی۔

کوفہ والوں کے نام

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خط اور قاصد کی دلیرانہ شہادت

قیس جب یہ خط لے کر قادسیہ تک پہنچے، تو یہاں ابن زیاد کی پولیس کے انتظامات تھے، ان کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا گیا ابن زیاد نے اُن کو حکم دیا کہ قصرِ امارت کی چھت پر چڑھا کر (معاذ اللہ) حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر سب وشتم اور لعن وطعن کریں۔

قیس چھت پر چڑھ گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد بآواز بلند کہا کہ:

"اے اہلِ کوفہ! حسین بن علی رضی اللہ عنہما حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے اور اس وقت خلق اللہ میں سب سے بہتر ہیں، میں تمہاری طرف ان کا بھیجا ہوا قاصد ہوں، وہ مقام حاجر تک پہنچ چکے ہیں تم ان کا استقبال کرو۔"

اس کے بعد ابن زیاد کو بُرا بھلا کہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے دُعائے مغفرت کی۔
ابن زیاد ان کی دلیری اور جان بازی پر حیران رہ گیا، حکم دیا کہ ان کو قصر کی بلندی سے نیچے پھینک دیا جائے، ظالموں نے اس کے حکم کی تعمیل کی، قیس نیچے گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

راہ میں عبداللہ بن مطیع سے ملاقات اور اُن کا واپسی کے لئے اصرار

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کوفہ کی طرف بڑھ رہے تھے، راستہ میں ایک پڑاؤ پر اچانک عبداللہ ابن مطیع سے ملاقات ہوگئی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کہاں جا رہے ہیں، اور کیا مقصد ہے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنا ارادہ بتلایا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے الحاح وزاری سے عرض کیا کہ:

"اے ابن رسول اللہ میں تمہیں اللہ کا اور عزت اسلام کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ آپ اس ارادہ سے رک جائیں میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، اور حرمت قریش اور حرمت عرب کا واسطہ دیتا ہوں، کہ اگر آپ بنی اُمیہ سے اُن کے اقتدار کو لینا چاہیں گے تو وہ آپ کو قتل کر دیں گے اور اگر خدانخواستہ انہوں نے آپ کو قتل کر ڈالا تو پھر دنیا میں کوئی ایسا نہ رہے گا جس سے اُن کو کوئی خوف ہو، بخدا آپ کی بقاء کے ساتھ اسلام کی اور قریش کی اور پورے عرب کی حرمت وعزت وابستہ ہے، آپ ایسا ہرگز نہ کریں، اور کوفہ نہ جائیں اپنی جان کو بنی اُمیہ کے حوالے نہ کریں۔" (ابن اثیر)

مگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنا ارادہ ملتوی نہ کیا اور کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر پا کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کا مشورہ

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے محمد بن اشعث سے یہ عہد لیا تھا کہ اُن کے حالات کی اطلاع حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو پہنچا کر ان کو راستہ سے واپس کرا دیں، اور محمد بن اشعث نے وعدہ کے مطابق آدمی بھیج کر اس کی اطلاع کرائی، یہ خط اور پھر ان کے قتل کی اطلاع دوسرے ذرائع سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو مقام ثعلبیہ میں پہنچ کر ملی، یہ خبر سن کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بعض ساتھیوں نے بھی ان سے باصرار عرض کیا کہ خدا کے لیے آپ اب یہیں سے لَوٹ جائیں، کیونکہ کوفہ میں آپ کا کوئی ساتھی اور مددگار نہیں، بلکہ ہمیں قوی اندیشہ ہے کہ کوفہ کے یہی لوگ جنہوں نے دعوت دی تھی آپ کے مقابلہ پر آ جائیں گے۔

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے عزیزوں کا جوشِ انتقام

مگر یہ بات سُن کر بنو عقیل سب کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ واللہ ہم مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا قصاص لیں گے، یا انہیں کی طرح اپنی جان دے دیں گے حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی اب یہ تو سمجھ چکے تھے کہ کوفہ میں ان کے لیے ان کوئی گنجائش نہیں، اور نہ اس دینی مقصد کا اب کوئی امکان ہے جس کے لیے یہ آہنی عزم لے کر چلے تھے لیکن بنو عقیل کے اس اصرار اور مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے تازہ صدمہ سے متاثر ہو کر فرمایا کہ اب ان کے بعد زندگی میں کوئی خیر نہیں، اور ساتھیوں میں سے بعض نے یہ بھی کہا کہ آپ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نہیں، آپ کی شان کچھ اور ہے ہمیں اُمید ہے کہ جب اہل کوفہ آپ کو دیکھیں گے تو آپ کے ساتھ ہو جائیں گے یہاں تک کہ پھر آگے بڑھنا طے کر کے سفر کیا گیا اور مقام زبالہ پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔

راستہ میں جس مقام پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا گزر ہوتا اور اُن کا قصد معلوم ہوتا تھا ہر مقام سے کچھ لوگ اُن کے ساتھ ہو جاتے تھے، یہاں بھی کچھ لوگ ساتھ ہو لیے۔

مقام زیالہ پر پہنچ کر یہ خبر ملی کہ آپ کے رضاعی بھائی عبداللہ بن لقیط جن کو راستہ سے مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا تھا وہ بھی قتل کر دیئے گئے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے اپنے ساتھیوں کو واپسی کی اجازت

یہ خبریں پانے کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے فرمایا کہ اہل کوفہ نے ہمیں دھوکہ دیا اور ہمارے متبعین ہم سے پھر گئے، اب جس کا جی چاہے واپس ہو جائے میں کسی کی ذمہ داری اپنے سر لینا نہیں چاہتا۔

اس اعلان کے ساتھ راستہ سے ساتھ ہونے والے بدوی لوگ سب داہنے بائیں چل دیئے اور اب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ صرف وہی لوگ رہ گئے جو مکّہ سے ان کے ساتھ آئے تھے۔

یہاں سے روانہ ہو کر مقام عقبہ پر پہنچے، تو ایک عرب ملے اور کہا کہ میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ لوٹ جائیں، آپ نیزوں، بھالوں اور تلواروں کی طرف جارہے ہیں، جن لوگوں نے آپ کو بلایا ہے اگر وہ خود اپنے دشمنوں سے نمٹتے اور ان کو اپنے شہر سے نکال کر آپ کو بلاتے تو وہاں جانا ایک صحیح رائے ہوتی، لیکن اس حال میں کسی طرح آپ کا جانا مناسب نہیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم جو کہہ رہے ہو مجھ پر بھی پوشیدہ نہیں، لیکن تقدیر الٰہی پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔

ابن زیاد کی طرف سے حر بن یزید ایک ہزار لشکر لے کر پہنچ گئے

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی چل رہے تھے کہ دو پہر کے وقت دور سے کچھ چیزیں حرکت کرتی نظر آئیں، غور کرنے پر معلوم ہوا کہ گھوڑے سوار فوج ہے، یہ دیکھ کر

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے ایک پہاڑی کے قریب پہنچ کر محاذ جنگ بنایا۔
یہ حضرات محاذ کی تیاری میں مصروف ہی تھے کہ ایک ہزار گھوڑے سوار فوج حر بن یزید کی قیادت میں مقابلہ پر آ گئی، اور اُن کے مقابلہ پر آ کر پڑاؤ ڈال دیا۔
حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ سب لوگ خوب پانی پی کر اور گھوڑوں کو پلا کر سیراب ہو جاؤ، حر بن یزید کو حصین بن نمیر نے ایک ہزار سواروں کی فوج دے کر قادسیہ سے بھیجا تھا، یہ اور اس کا لشکر آ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابل ٹھہر گئے، یہاں تک کہ ظہر کی نماز کا وقت آ گیا۔

دشمن کی فوج نے بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا کی

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے مؤذن کو اذان دینے کا حکم دیا اور سب نماز کے لیے جمع ہو گئے، تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فریق مقابل کو سنانے کے لیے ایک تقریر فرمائی جس میں حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا:
"اے لوگو! میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اور تمہارے سامنے یہ عذر رکھتا ہوں کہ میں نے اس وقت تک یہاں آنے کا ارادہ نہیں کیا جب تک تمہارے بے شمار خطوط اور وفود میرے پاس نہیں پہنچے جن میں بیان کیا گیا تھا کہ اس وقت تک ہمارا کوئی امام اور امیر نہیں، آپ آ جائیں تو اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری ہدایت کا ذریعہ بنا دیں، میں تمہارے بلانے پر آ گیا، اب اگر تم اپنے وعدوں اور عہدوں پر قائم ہو تو میں تمہارے شہر کوفہ میں جاتا ہوں اور اگر اب تمہاری رائے بدل گئی ہے اور میرا آنا تمہیں ناگوار ہے تو میں جہاں سے آیا تھا وہیں واپس چلا جاتا ہوں۔"
تقریر سن کر سب خاموش رہے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے مؤذن کو اقامت کہنے کا حکم دیا اور حر بن یزید سے خطاب کر کے فرمایا کہ تم اپنے لشکر کے ساتھ علیحدہ نماز پڑھو گے یا ہمارے ساتھ، حر نے کہا کہ نہیں آپ ہی نماز پڑھائیں، ہم سب آپ کے پیچھے نماز پڑھیں

گے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے نمازِ ظہر پڑھائی اور پھر اپنی جگہ تشریف لے گئے، حر بن یزید اپنی جگہ چلے گئے۔

اس کے بعد نمازِ عصر کا وقت آیا تو پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی اور سب شریک جماعت ہوئے، عصر کے بعد پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ دیا۔

میدانِ جنگ میں حضرت حسین کا دوسرا خطبہ

خطبہ میں حمد وثنا کے بعد فرمایا:

"اے لوگو! اگر تم اللہ سے ڈرو اور اہل حق کا حق پہچانو تو وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا سبب ہوگا، ہم اہل بیت اس خلافت کے لیے ان لوگوں سے زیادہ حق دار ہیں جو حق کے خلاف اس کا دعویٰ کرتے ہیں اور تم پر ظلم و جور کی حکومت کرتے ہیں اور اگر تم ہمیں ناپسند کرتے ہو اور ہمارے حق سے جاہل ہو اور اب تمہاری رائے وہ نہیں رہی جو تمہارے خطوط میں لکھی تھی اور تمہارے قاصدوں نے مجھ تک پہنچائی تھی تو میں لوٹ جاتا ہوں۔"

(کامل ابن اثیر صفحہ ۱۹ جلد ۴)

اس وقت حر بن یزید نے کہا کہ ہمیں ان خطوط اور وفود کی کچھ خبر نہیں کہ وہ کیا ہیں اور کس نے لکھے ہیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے دو تھیلے خطوط سے بھرے ہوئے نکالے، اور ان کو ان لوگوں کے سامنے اُنڈیل دیا، حر نے کہا کہ بہر حال ہم ان خطوط کے لکھنے والے نہیں ہیں، اور ہمیں امیر کی طرف سے یہ حکم ملا ہے کہ ہم آپ کو اس وقت تک نہ چھوڑیں جب تک ابن زیاد کے پاس کوفہ نہ پہنچا دیں، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اس سے تو موت بہتر ہے۔

اس کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ سوار ہو جائیں اور واپس لوٹ جائیں، مگر اب حر بن یزید نے اس ارادہ سے روکا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی زبان

سے نکلا تمہاری ماں تمہیں روئے تم کیا چاہتے ہو۔ حر بن یزید نے کہا کہ بخدا اگر تمہارے سوا کوئی دوسرا آدمی میری ماں کا نام لیتا تو میں اسے بتا دیتا اور اس کی ماں کا اسی طرح ذکر کرتا، لیکن تمہاری ماں کو برائی کے ساتھ ذکر کرنا کسی کی قدرت میں نہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا بتاؤ تمہارا کیا ارادہ ہے، حر بن یزید نے کہا کہ ارادہ یہ ہے کہ آپ کو ابن زیاد کے پاس پہنچا دوں، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو پھر میں تمہارے ساتھ ہرگز نہ جاؤں گا۔ حر نے کہا کہ تو پھر میں بخدا آپ کو نہ چھوڑوں گا، کچھ دیر تک یہی رد و کد ہوتی رہی۔

حر بن یزید کا اعترافِ حق

پھر حر نے کہا کہ مجھے آپ سے قتال کرنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ حکم یہ ہے کہ میں آپ سے اس وقت تک جدا نہ ہوں، جب تک آپ کو کوفہ نہ پہنچا دوں اس لیے آپ ایسا کر سکتے ہیں کہ کوئی ایسا راستہ اختیار کریں کہ جو نہ کوفہ پہنچائے اور نہ مدینہ یہاں تک کہ میں ابن زیاد کو خط لکھوں اور آپ بھی یزید کو یا ابن زیاد کو لکھیں، شاید اللہ تعالیٰ میرے لیے کوئی ایسا مخلص پیدا کر دیں کہ میں آپ کے مقاتلہ اور آپ کی ایذا سے بچ جاؤں۔

اس لیے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے عذیب اور قادسیہ کے راستہ سے بائیں جانب چلنا شروع کر دیا اور حر مع اپنے لشکر کے ان کے ساتھ چلتا رہا، اسی اثنا میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے پھر ایک خطبہ دیا، جس میں حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا تیسرا خطبہ

"اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی ایسے بادشاہ کو دیکھے جو اللہ کے حرام کو حلال سمجھے اور اللہ کے عہد کو توڑ دے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے، اللہ کے بندوں کے ساتھ گناہ اور ظلم و عدوان کا معاملہ کرے اور یہ شخص اس کے ایسے افعال و اعمال دیکھنے

کے باوجود کسی قول یا فعل سے اس کی مخالفت نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے کہ اس کو بھی اسی ظالم بادشاہ کے ساتھ اسی کے مقام دوزخ میں پہنچا دے۔

اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ یزید اور اس کے امراء و حکام نے شیطان کی پیروی کو اختیار کر رکھا ہے اور رحمٰن کی اطاعت کو چھوڑ بیٹھے ہیں، اور زمین میں فساد پھیلا دیا، حدود الٰہیہ کو معطل کر دیا، اسلامی بیت المال کو اپنی ملک سمجھ لیا، اللہ کے حرام کو حلال کر ڈالا اور حلال کو حرام ٹھہرا دیا۔

اور میں دوسروں سے زیادہ حق دار ہوں اور میرے پاس تمہارے خطوط اور وفود تمہاری بیعت کا پیغام لے کر پہنچے ہیں اور یہ کہ تم میرا ساتھ نہ چھوڑو گے اور میری جان کو اپنی جانوں کے برابر سمجھو گے۔

اب اگر تم اپنی بیعت پر قائم ہو تو ہدایت پاؤ گے، میں رسول کریم ﷺ کی لخت جگر فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا ہوں، میری جان آپ لوگوں کی جانوں کے ساتھ اور میرے اہل وعیال آپ لوگوں کے اہل وعیال کے ساتھ، تم لوگوں کو میرا اتباع کرنا چاہئے۔

اور اگر تم ایسا نہیں کرتے بلکہ میری بیعت کو توڑتے ہو اور میرے عہد سے پھر جاتے ہو تو وہ تم لوگوں سے کچھ بعید نہیں، کیونکہ یہی کام تم میرے باپ علی رضی اللہ عنہ اور بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر چکے ہو۔

اور وہ آدمی بڑا فریب میں ہے جو تمہارے عہد و پیمان سے دھوکہ کھائے، سو تم نے خود اپنا آخرت کا حصّہ ضائع کر دیا، اور اپنے حق میں ظلم کیا، اور جو شخص بیعت کر کے توڑتا ہے، وہ اپنا نقصان کرتا ہے، اور قریب

ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے تم سے مستغنی فرمادیں، والسلام۔ (کامل ابن اثیر)

حر بن یزید نے خطبہ سن کر کہا کہ میں آپ کو اپنی جان کے بارے میں خدا کی قسم دیتا ہوں، کیونکہ میں یقین کے ساتھ جانتا ہوں کہ اگر آپ قتال کریں گے تو قتل کیے جائیں گے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تم مجھ کو موت سے ڈرانا چاہتے ہو، جو میں کہہ رہا ہوں، اس پر توجہ نہیں دیتے، میں آپ کے جواب میں صرف وہی کہہ سکتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امداد کے لئے نکلنے والے ایک صحابی نے اپنے بھائی کی نصیحت کے جواب میں کہا تھا، بھائی نے اس سے کہا کہ تم کہاں جاتے ہو قتل کر دیئے جاؤ گے، تو اس صحابی نے جواب میں یہ شعر پڑھے۔

سَأَمْضِیْ وَمَا بِالْمَوْتِ عَارٌ عَلَی الْفَتٰی
اِذَا مَا نَوٰی خَیْرًا وَّ جَاھَدَ مُسْلِمًا
فَاِنْ عِشْتُ لَمْ اَنْدَمْ وَاِنْ مُتُّ لَمْ اُلَمْ
کَفٰی بِكَ ذُلًّا اَنْ تَعِیْشَ وَتَرْغَمَا

"یعنی میں اپنے ارادہ کو پورا کروں گا اور موت میں کسی جوان کے لیے کوئی عار نہیں جب کہ اس کی نیّت خیر ہو اور مسلمان ہو کر جہاد کر رہا ہو، پھر اگر میں زندہ رہ گیا تو نادم نہ ہوں گا اور اگر مر گیا تو قابل ملامت نہ ہوں گا اور تمہارے لیے اس سے بڑی ذلت کیا ہے کہ ذلیل وخوار ہو کر زندہ رہو۔"

حر بن یزید کچھ تو پہلے سے اہل بیت کا احترام دل میں رکھتا تھا، کچھ خطبوں سے متاثر ہو رہا تھا، یہ کلام سن کر ان سے علیحدہ ہو گیا اور ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

طرماح بن عدی کا معرکہ میں پہنچنا

اسی حال میں چار آدمی کوفہ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مددگار پہنچے، جن کا سردار طرماح بن عدی تھا، حر بن یزید نے چاہا کہ انہیں گرفتار کرلے یا واپس کردے، مگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ میرے مددگار اور رفیق ہیں، ان کی ایسی ہی حفاظت کروں گا جیسے اپنی جان کی کرتا ہوں، حر بن یزید نے اُن کو آنے کی اجازت دے دی۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے کوفہ کے حالات دریافت کیے، انہوں نے بتلایا کہ کوفہ کے جتنے سردار تھے، ان سب کو بڑی بڑی رشوتیں دی گئیں اور ان کے تھیلے بھر دئے گئے اب وہ سب آپ کے مخالف ہیں، البتہ عوام کے قلوب آپ کے ساتھ ہیں، مگر اس کے باوجود جب مقابلہ ہوگا تو تلواریں ان کی بھی آپ کے مقابلہ پر آئیں گی۔

طرماح بن عدی کا مشورہ

طرماح بن عدی جب حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں آکر شامل ہوئے تو آپ سے عرض کیا کہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ کے ساتھ تو کوئی قوت اور جماعت نہیں، اگر آپ کے قتال کے لیے حر بن یزید کے موجودہ لشکر کے سوا کوئی بھی نہ آئے تب بھی آپ اُن پر غالب نہیں آسکتے، اور میں تو کوفہ سے نکلنے سے پہلے کوفہ کے سامنے آپ کے مقابلہ پر آنے والا اتنا بڑا لشکر دیکھ چکا ہوں جو اس سے پہلے کبھی میری آنکھ نے نہ دیکھا تھا، میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ ایک بالشت بھی ان کی طرف نہ بڑھیں، آپ میرے ساتھ چلیں میں آپ کو اپنے پہاڑ آجا میں ٹھہرادوں گا جو نہایت محفوظ قلعہ جیسا ہے، ہم نے ملوک غسان اور ضمیر اور لقمان بن منذر کے مقابلہ میں اسی پہاڑ میں پناہ لی، اور ہمیشہ کامیاب ہوئے، آپ یہاں جا کر مقیم ہو جائیں، پھر آجا اور سلمیٰ دونوں پہاڑوں پر بسنے والے قبیلہ طے کے لوگوں کو بلائیں، بخدا دس دن نہ گزریں گے کہ اس قبیلہ کے لوگ پیادہ اور سوار آپ کی مدد کے لیے آجائیں گے، اس

وقت اگر آپ کی رائے مقابلہ ہی کی ہو تو میں آپ کے لئے بیس ہزار بہادر سپاہیوں کا ذمہ لیتا ہوں، جو آپ کے سامنے اپنی بہادری کے جوہر دکھائیں گے، اور جب تک ان میں سے کسی ایک کی آنکھ بھی کھلی رہے گی کسی کی مجال نہیں کہ آپ تک پہنچ سکے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی قوم کو جزائے خیر عطا فرمائے، مگر ہمارے اور حر بن یزید کے درمیان ایک بات ہو چکی ہے اب ہم اس کے پابند ہیں، اس کے ساتھ کہیں جا نہیں سکتے، اور ہمیں کچھ پتہ نہیں کہ ہمارے ساتھ کیا ہونے والا ہے، طرماح بن عدی رخصت ہو گئے اور اپنے ساتھ سامان رسد لے کر دوبارہ آنے کا وعدہ کر گئے، اور پھر آئے بھی، مگر راستہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی غلط خبر سن کر لوٹ گئے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خواب

اس طرف حضرت حسین رضی اللہ عنہ چلتے رہے اور نصر بنی مقاتل تک پہنچ گئے۔ یہاں پہنچ کر آپ کو ذرا غنودگی ہوئی تو:

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

کہتے ہوئے بیدار ہوئے، آپ کے صاجزادے علی اکبر رضی اللہ عنہ نے سنا تو گھبرا کر سامنے آئے اور پوچھا، ابا جان کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی گھوڑے سوار میرے پاس آیا اور اس نے کہا کہ کچھ لوگ چل رہے ہیں اور ان کی موتیں اُن کے ساتھ چل رہی ہیں، اس سے میں سمجھا کہ یہ ہماری موت ہی کی خبر ہے۔

علی اکبر رضی اللہ عنہ کا مومنانہ ثباتِ قدم

صاجزادہ نے عرض کیا کہ ابا جان کیا ہم حق پر نہیں۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کی طرف سب بندگانِ خدا کا رجوع ہے کہ بلاشبہ ہم حق پر ہیں صاجزادہ نے عرض کیا پھر ہمیں کیا ڈر ہے، جب کہ ہم حق پر مر رہے ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان کو شاباش دی

اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو جزائے خیر عطا فرمائے، تم نے اپنے باپ کا صحیح حق ادا کیا۔

اس کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ پھر روانہ ہوئے، مقام نینوی تک پہنچے تو ایک سوار کوفہ کی طرف سے آتا ہوا نظر آیا، یہ سب اس کے انتظار میں اُتر گئے، اُس نے آ کر حر بن یزید کو سلام کیا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو سلام بھی نہ کیا اور حر کو ابن زیاد کا ایک خط پہنچایا، جس میں لکھا تھا کہ:

"جس وقت تمہیں میرا یہ خط ملے تم حسین رضی اللہ عنہ پر میدان تنگ کر دو اور اُن کو کھلے میدان کے سوا کسی پناہ کی جگہ میں نہ اترنے دو اور ایسے میدان کی طرف لے جاؤ جہاں پانی نہ ہو اور میں نے اپنے اس قاصد کو حکم دیا ہے کہ جب تک میرے اس حکم کی تعمیل نہ کر دو گے تمہارے ساتھ رہے گا۔"

یہ خط پڑھ کر حر نے اس کا مضمون حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو سنا دیا اور اپنی مجبوری ظاہر کی، کہ اس وقت میرے سر پر جاسوس مسلط ہیں میں کوئی مصالحت نہیں کر سکتا۔

اصحاب حسین رضی اللہ عنہم کا ارادۂ قتال اور حسین رضی اللہ عنہ کا جواب کہ میں قتال میں پہل نہ کروں گا

اس وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے زہیر بن القین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہر آنے والی گھڑی مشکلات میں اضافہ کر رہی ہے، اور ہمارے لیے موجودہ لشکر سے قتال کرنا آسان ہے بہ نسبت اس کے جو اس کے بعد آئے گا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں قتال میں پہل نہیں کرنا چاہتا، زہیر بن القین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ قتال کی ابتداء نہ کریں بلکہ ہمیں اس بستی میں لے جائیں جو حفاظت کی جگہ ہے، اور دریاءِ فرات کے کنارہ پر ہے، اس پر اگر یہ لوگ ہمیں وہاں جانے سے روکیں تو ہم قتال

کریں، آپ نے پوچھا کہ یہ کون سی بستی ہے، کہا گیا کہ عقر ہے، آپ نے فرمایا کہ میں عقر سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں، عقر کے لفظی معنی ہلاکت کے ہیں۔

عمر بن سعد چار ہزار کا مزید لشکر لے کر مقابلہ پر پہنچ گیا

ابھی یہ حضرات اسی گفتگو میں تھے کہ ابن زیاد نے عمر بن سعد کو مجبور کر کے چار ہزار فوج کے ساتھ مقابلہ کے لیے بھیج دیا، عمر بن سعد نے ہر چند چاہا کہ اس کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کی مصیبت سے نجات مل جائے مگر ابن زیاد نے کوئی بات نہ سنی اور ان کو مقابلہ کے لیے بھیج دیا۔

عمر بن سعد یہاں پہنچا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کوفہ آنے کی وجہ پوچھی، آپ نے پورا واقعہ بتلایا اور یہ کہ میں اہل کوفہ کا بلایا ہوا آیا ہوں، اگر اب بھی ان کی رائے بدل گئی ہے تو واپس جانے کے لیے تیار ہوں۔

عمر بن سعد نے ابن زیاد کو اس مضمون کا خط لکھا کہ حسین رضی اللہ عنہ واپس جانے کے لیے تیار ہیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا پانی بند کر دینے کا حکم

ابن زیاد نے جواب دیا کہ حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے صرف ایک بات رکھو کہ یزید کے ہاتھ پر بیعت کریں، جب وہ ایسا کر لیں تو پھر ہم غور کریں گے کہ اُن کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے، اور عمر کو حکم دیا کہ حسین اور اُن کے رفقاء پر پانی بالکل بند کر دو۔ یہ واقعہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے تین روز پہلے کا ہے، ان حضرات پر پانی بالکل بند کر دیا گیا، یہاں تک کہ جب یہ سب حضرات پیاس سے پریشان ہو گئے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عبّاس بن علی رضی اللہ عنہما کو تیس سوار اور تیس پیادوں کے ساتھ پانی لانے کے لیے بھیج دیا، پانی لانے عمر بن سعد کی فوج سے مقابلہ بھی ہوا، مگر بالآخر وہ بیس مشکیں پانی کی بھر لائے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور عمر بن سعد کی ملاقات اور مکالمہ

اس کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے عمر بن سعد کے پاس پیغام بھیجا کہ آج رات کو ہماری ملاقات اپنے اپنے لشکر کے ساتھ ہو جانی چاہیئے تاکہ ہم سب کے سامنے گفتگو کریں، عمر بن سعد اس پیام کے مطابق رات کو ملے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ارشاد کہ تین باتوں میں سے کوئی اختیار کرلو

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے بارے میں آپ تین صورتوں میں سے کوئی اختیار کرلو۔

۱۔ میں جہاں سے آیا ہوں، وہیں واپس چلا جاؤں۔

۲۔ یا میں یزید کے پاس پہنچ جاؤں اور خود اس سے اپنا معاملہ طے کروں۔

۳۔ یا مجھے مسلمانوں کی کسی سرحد پر پہنچا دو جو حال وہاں کے عام لوگوں کا ہوگا، میں اسی میں بسر کروں گا۔

بعض لوگوں نے آخری دو صورتوں کا انکار کیا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یہ دو صورتیں پیش نہیں فرمائیں۔

عمر بن سعد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی یہ تقریر سن کر پھر ابن زیاد کو خط لکھا کہ:

"اللہ تعالیٰ نے جنگ کی آگ بجھا دی اور مسلمانوں کا کلمہ متفق کر دیا، مجھے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے تین صورتوں کا اختیار دیا ہے، اور ظاہر ہے کہ ان میں آپ کا مقصد پورا ہوتا ہے اور اُمّت کی اس میں صلاح و فلاح ہے۔"

ابن زیاد کا ان شرطوں کو قبول کرنا اور شمر کی مخالفت

ابن زیاد بھی عمر بن سعد کے اس خط سے متاثر ہوا اور کہا کہ یہ خط ایک ایسے شخص کا

ہے جو امیر کی اطاعت بھی چاہتا ہے اور اپنی قوم کی عافیت کا بھی خواہش مند ہے، ہم نے اس کو قبول کرلیا۔

شمر ذی جوشن نے کہا کہ کیا آپ حسین رضی اللہ عنہ کو مہلت دینا چاہتے ہیں کہ قوت حاصل کر کے پھر تمہارے مقابلہ پر آئے وہ اگر آج تمہارے ہاتھ سے نکل گئے تو پھر کبھی تم ان پر قابو نہ پاسکو گے، مجھے اس میں عمر بن سعد کی سازش معلوم ہوتی ہے کیونکہ میں نے سُنا ہے کہ وہ راتوں کو آپس میں باتیں کرتے ہیں، ہاں آپ حسین رضی اللہ عنہ کو اس پر مجبور کریں کہ وہ آپ کے پاس آجائیں پھر آپ چاہیں سزا دیں چاہیں معاف کر دیں۔

ابن زیاد نے شمر کی رائے قبول کر کے عمر بن سعد کو اسی مضمون کا خط اور خود شمر ذی الجوشن ہی کے ہاتھ عمر بن سعد کے پاس بھیجا، اور یہ ہدایت کر دی کہ اگر عمر بن سعد اس حکم کی تعمیل فوراً نہ کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے اور اس کی جگہ تم خود لشکر کے امیر ہو۔

ابن زیاد کا خط عمر بن سعد کے نام

"امابعد! میں نے تمہیں اس لئے نہیں بھیجا کہ تم جنگ سے بچو، یا اُن کو مہلت دو، یا اُن کی سفارش کرو، اگر حسین اور ان کے ساتھی میرے حکم پر صلح کرنا اور میرے پاس آنا چاہتے ہیں تو ان کو صحیح سالم یہاں پہنچا دو، ورنہ ان سے جنگ کرو، یہاں تک کہ ان کو قتل کرو، مثلہ کرو، کیونکہ وہ اس کے مستحق ہیں، پھر قتل کے بعد اُن کو گھوڑوں کی ٹاپوں میں روند ڈالو اگر تم نے ہمارے اس حکم کی تعمیل کی تو تم کو ایک فرمانبردار کی طرح انعام ملے گا اور اگر اس کی تعمیل نہیں کرتے تو ہمارے لشکر کو فوراً چھوڑ دو، اور چارج شمر کے سپرد کر دو، والسلام"

شمر یہ حکم اور خط لے کر روانہ ہونے لگا، تو اس کو خیال آیا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں اور اس کے پھوپھی زاد بھائی عباس، عبداللہ، جعفر، عثمان رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔ ابن

زیاد سے ان چاروں کے لیے امان حاصل کیا اور روانہ ہو گیا شمر نے یہ پروانۂ امان کسی قاصد کے ہاتھ ان چاروں بزرگوں کے پاس بھیج دیا یہ پروانہ امان دیکھ کر یک زبان ہو کر بولے کہ:

"ہمیں امان دیا جاتا ہے اور ابن رسول اللہ کو امن نہیں دیا جاتا ہمیں تمہارے امان کی حاجت نہیں، اللہ کا امان تمہارے امان سے بہتر ہے، تجھ پر لعنت ہے اور تیرے امان پر بھی۔"

شمر یہ خط لے کر جب عمر بن سعد کے پاس پہنچا تو وہ سمجھ گئے کہ شمر کے مشورہ سے یہ صورت عمل میں آئی ہے، کہ میرا مشورہ رد کر دیا گیا۔ اس کو کہا کہ تم نے بڑا ظلم کیا کہ مسلمانوں کا کلمہ متفق ہو رہا تھا، اس کو ختم کر کے قتل و قتال کا بازار گرم کر دیا، بالآخر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو یہ پیام پہنچایا گیا، آپ نے اس کو قبول کرنے سے انکار فرما دیا کہ اس ذلت سے موت بہتر ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھنا

شمر ذی الجوشن اس محاذ پر محرم کی نویں تاریخ کو پہنچا تھا، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اس وقت اپنے خیمے کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے، اسی حالت میں کچھ اونگھ آ کر آنکھ بند ہو گئی، اور پھر ایک آواز کے ساتھ بیدار ہو گئے، آپ کی ہمشیرہ زینب رضی اللہ عنہا نے یہ آواز سنی تو دوڑی آئیں اور وجہ پوچھی، فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے، فرمایا کہ تم اب ہمارے پاس آنے والے ہو۔

ہمشیرہ یہ سن کر رو پڑیں، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے تسلی دی، اسی حالت میں شمر کا لشکر سامنے آ گیا، آپ کے بھائی عباس رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور حریف مقابل سے گفتگو ہوئی، اس نے بلا مہلت قتال کا اعلان سنایا، عباس رضی اللہ عنہ نے آ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ایک رات عبادت گزاری کے لئے مہلت مانگی

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان سے کہو کہ آج کی رات قتال ملتوی کر دو، تا کہ میں آج کی رات میں وصیّت اور نماز و دعا اور استغفار کر سکوں، شمر اور عمر بن سعد نے اور لوگوں سے مشورہ کرنے کے بعد مہلت دے دی اور واپس ہو گئے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تقریر اہل بیت کے سامنے

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل بیت اور اصحاب کو جمع کر کے ایک خطبہ دیا، جس میں فرمایا:

"میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں راحت میں بھی اور مصیبت میں بھی، یا اللہ میں آپ کا شکر ادا کرتا ہوں، کہ آپ نے ہمیں شرافتِ نبوت سے نوازا، اور ہمیں کان، اور آنکھ اور دل دئیے جن سے ہم آپ کی آیات سمجھیں، اور ہمیں آپ نے قرآن سکھایا، اور دین کی سمجھ عطا فرمائی، ہمیں آپ اپنے شکر گزار بندوں میں داخل فرمالیجئے۔"

اس کے بعد فرمایا کہ:

"میرے علم میں آج کسی شخص کے ساتھی ایسے وفا شعار نیکو کار نہیں ہیں جیسے میرے ساتھی، اور نہ کسی کے اہل بیت میرے اہل بیت سے زیادہ ثابت قدم نظر آتے ہیں آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ میری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے، میں سمجھتا ہوں کہ کل ہمارا آخری دن ہے، میں آپ سب کو خوشی سے اجازت دیتا ہوں کہ سب اس رات کی تاریکی میں متفرق ہو جاؤ، اور جہاں پناہ ملے چلے جاؤ اور میرے اہل بیت میں

سے ایک ایک کا ہاتھ پکڑو، اور مختلف علاقوں میں پھیل جاؤ، کیوں کہ دشمن میرا طلب گار ہے وہ مجھے پائے گا تو دوسروں کی طرف التفات نہ کرے گا۔"

یہ تقریر سن کر آپ کے بھائی اور اولاد اور بھائیوں کی اولاد اور عبداللہ بن جعفر کے صاحبزادے یک زبان ہو کر بولے، کہ واللہ ہم ہرگز ایسا نہ کریں گے ہمیں اللہ تعالیٰ آپ کے بعد باقی نہ رکھے۔

پھر بنو عقیل کو خطاب کر کے فرمایا کہ تمہارے ایک بزرگ مسلم بن عقیل شہید ہو چکے ہیں وہی کافی ہیں، تم سب واپس ہو جاؤ، میں تمہیں خوشی سے اجازت دیتا ہوں، انہوں نے کہا ہم لوگوں کو کیا منہ دکھائیں گے، کہ اپنے بزرگوں اور بڑوں کو موت کے سامنے چھوڑ کر اپنی جان بچا لائے، بلکہ واللہ ہم آپ پر اپنی جانیں اور اولاد و اموال قربان کر دیں گے۔

مسلم بن عوسجہ نے اسی طرح ایک جوشیلی تقریر کی کہ جب تک میرے دم میں دم ہے میں آپ کے سامنے قتال کرتا ہوا جان دے دوں گا۔

آپ کی ہمشیرہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بے قرار ہو کر رونے لگیں تو آپ نے تسلی دے دی اور یہ وصیّت فرمائی۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی وصیّت اپنی ہمشیرہ اور اہل بیت کو

"میری بہن میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ میری شہادت پر تم کپڑے پھاڑنا یا سینہ کوبی وغیرہ ہرگز نہ کرنا، آواز سے رونے چلانے سے بچنا۔"[1]

---

[1] افسوس ہے کہ آج حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کا دعویٰ کرنے والے ہی آپ کی اس آخری وصیّت کی نہ صرف مخالفت کرتے ہیں بلکہ اس کو دینی شعار سمجھ کر ادا کرتے ہیں، انا للہ ۱۲ محمد شفیع

یہ وصیّت فرما کر باہر آ گئے، اور اپنے اصحاب کو جمع کر کے تمام شب تہجد اور دعا و استغفار میں مشغول رہے، یہ عاشورا کی رات تھی، صبح کو یوم عاشورا روز جمعہ اور ایک روایت کے موافق روز شنبہ تھا، صبح کی نماز سے فارغ ہوتے ہی عمر بن سعد لشکر لے کر سامنے آ گیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس وقت کل بہتّر (۷۲) اصحاب تھے۔ بتّیس (۳۲) سوار اور چالیس (۴۰) پیادہ آپ نے بھی مقابلہ کے لیے اپنے اصحاب کی صف بندی فرمائی۔

حُر بن یزید حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ

عمر بن سعد نے اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کر کے ہر ایک حصّہ کا ایک امیر بنایا تھا، ان میں سے ایک حصّہ کا امیر حر بن یزید تھا، جو سب سے پہلے ایک ہزار کا لشکر لے کر مقابلہ کے لیے بھیجا گیا تھا، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ اس کے دل میں اہل بیت اطہار کی محبّت کا جذبہ بیدار ہو چکا تھا، اس وقت اپنی سابقہ کارروائی پر نادم ہو کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قریب ہوتے ہوتے یکبارگی گھوڑا دوڑا کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لشکر میں آ ملے اور عرض کیا کہ میری ابتدائی غفلت اور آپ کی واپسی کے لیے راستہ نہ دینے کا نتیجہ اس صورت میں ظاہر ہوا جو ہم دیکھ رہے ہیں واللہ مجھے یہ اندازہ نہ تھا کہ یہ لوگ آپ کے خلاف اس حد تک پہنچ جائیں گے، اور آپ کی کوئی بات نہ مانیں گے، اگر میں یہ جانتا تو ہرگز آپ کو نہ روکتا، میں اب تائب ہو کر آیا ہوں، اس لیے اب میری سزا اور توبہ یہی ہے کہ میں بھی آپ کے ساتھ قتال کرتا ہوا جان دے دوں، اور ایسا ہی ہوا۔

دونوں لشکروں کا مقابلہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا لشکر کو خطاب

حضرت حسین رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہوئے اور آگے بڑھ کر بآواز بلند فرمایا۔

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِسْمَعُوْا قَوْلِيْ وَلَا تَعْجَلُوْنِيْ حَتّٰى اَعِظَكُمْ بِمَا يَجِبُ لَكُمْ عَلَيَّ وَحَتّٰى اَعْتَذِرَ اِلَيْكُمْ مَقْدَمِيْ عَلَيْكُمْ

فَاِنْ قَبِلْتُمْ عُذْرِیْ وَصَدَّقْتُمْ قَوْلِیْ وَاَنْصَفْتُمُوْنِیْ کُنْتُمْ بِذٰلِکَ اَسْعَدَ وَلَمْ یَکُنْ لَّکُمْ عَلَیَّ سَبِیْلٌ وَاِنْ لَّمْ تَقْبَلُوْا مِنِّیَ الْعُذْرَ فَاَجْمِعُوْا اَمْرَکُمْ وَشُرَکَآءَکُمْ ثُمَّ لَایَکُنْ اَمْرُکُمْ عَلَیْکُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْا اِلَیَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ اِنَّ وَلِیِّیَ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتٰبَ وَهُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ

"لوگو میری بات سنو، جلدی نہ کرو تاکہ میں حق نصیحت ادا کر دوں جو میرے ذمہ ہے اور تاکہ میں تمہیں اپنے یہاں آنے کی وجہ بتلا دوں پھر اگر تم میرا اعذر قبول کرو اور میری بات کو سچا جانو اور میرے ساتھ انصاف کرو تو اس میں تمہاری فلاح وسعادت ہے اور پھر تمہارے لیے میرے قتال کا کوئی راستہ نہیں اور اگر تم میرا اعذر قبول نہ کرو تو تم سب مل کر مقرر کر و اپنا کام اور جمع کر لو اپنے شریکوں کو پھر نہ رہے تم کو اپنے کام میں شبہ پھر کر گذرو میرے ساتھ اور مجھ کو مہلت نہ دو۔"

یہ وہ الفاظ ہیں جو نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہے تھے۔مترجم

بہنوں کی گریہ وزاری اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا اس سے روکنا

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے یہ کلمات بہنوں اور عورتوں کے کان میں پڑے تو ضبط نہ کر سکیں رونے کی آوازیں بلند ہوگئیں۔حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عباس رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ ان کو نصیحت کر کے خاموش کر دیں اور اس وقت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابن عباس پر رحم فرمائے انہوں نے صحیح کہا تھا کہ عورتوں کو ساتھ نہ لے جاؤ۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا دردانگیز خطبہ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب دشمن کی فوج کو مخاطب کر کے متوجہ کر چکے اور عورتوں کو

خاموش کر دیا تو ایک دردانگیز نصیحت آمیز، بلیغ و بے نظیر خطبہ دیا۔

حمد و ثنا اور درود و سلام کے بعد فرمایا:

"اے لوگو! تم میرا نسب دیکھو میں کون ہوں، پھر اپنے دلوں میں غور کرو، کیا تمہارے لیے جائز ہے کہ تم مجھے قتل کرو، اور میری عزت پر ہاتھ ڈالو، کیا میں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی کا بیٹا نہیں ہوں کیا میں اس باپؑ کا بیٹا نہیں ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چچا زاد بھائی اور وصی [1] اولی المومنین باللہ تھا، کیا سید الشہداء حمزہ میرے باپ کے چچا نہیں تھے کیا جعفر طیار میرے چچا نہیں تھے کیا تمہیں یہ حدیث مشہور نہیں پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اور میرے بھائی حسن رضی اللہ عنہ کو **سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ** اور **قرۃ عین اھل السنۃ** فرمایا ہے۔ اگر تم میری بات کی تصدیق کرتے ہو واللہ میری بات بالکل حق ہے میں نے عمر پھر کبھی جھوٹ نہیں بولا جب سے مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور اگر تمہیں میری بات کا یقین نہیں تو تمہارے اندر ایسے لوگ موجود ہیں جن سے اس کی تصدیق ہو سکتی ہے۔ پوچھو جابر بن عبداللہ سے دریافت کرو ابو سعید یا سہل بن سعد سے معلوم کرو زید ابن ارقم یا انس سے وہ تمہیں بتلائیں گے کہ بے شک یہ بات انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے۔ کیا یہ چیزیں تمہارے لیے میرا خون بہانے سے روکنے کو کافی نہیں۔

---

[1] حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خطبہ کے یہ الفاظ ابن اثیر نے نقل کیے ہیں اور میں نے شروع رسالہ میں اس پر تنبیہ کر دی ہے کہ میں نے تاریخی حیثیت سے ابن اثیر کی تاریخ کو مستند سمجھ کر اس کی روایات نقل کی ہیں لیکن اس کا مستند ہونا صرف تاریخی درجہ تک ہے۔ تاریخی روایات کے الفاظ سے احکام عقائد یا احکام حلال و حرام اخذ نہیں کئے جا سکتے اس کے لئے محدثانہ تنقید کے بعد جو الفاظ ثابت ہوں صرف انہیں پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ خطبہ کے الفاظ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصی اور اولی المومنین باللہ کہا گیا ہے اول تو ان دونوں لفظوں سے وہ بات ثابت نہیں ہوتی جو اہل تشیع سنت کے خلاف بیان کرتے ہیں اور بالفرض ان لفظوں کے وہی معنے لئے جائیں تو پھر ابن اثیر کی یہ روایت دوسری احادیث صحیحہ کی روایات کے مقابلہ میں متروک ہوگی جس کی تفصیل اپنے موقع پر مذکور ہے یہ جگہ ان بحثوں کی نہیں، رسالہ تذکرہ کراچی میں اس پر تنقید کی گئی تھی اس لئے ان کے شکریہ کے ساتھ اس حاشیہ میں اضافہ کرتا ہوں اور بھی چند جگہ لفظی اصطلاحات کا مشورہ قبول کر کے ترمیم دی گئی ہے۔ ۱۲ محمد شفیع ۲/محرم الحرام ۶۷ء

مجھے بتلاؤ کہ میں نے کسی کو قتل کیا ہے جس کے قصاص میں مجھے قتل کر رہے ہو یا میں نے کسی کا مال لوٹا ہے یا کسی کو زخم لگا یا ہے۔

اس کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے رؤساءِ کوفہ کا نام لے کر پکارا، اے شیث بن ربعی، اے حجاز ابن ابحر، اے قیس بن اشعث، اے زید بن حارث، کیا تم لوگوں نے مجھے بلانے کے لئے خطوط نہیں لکھے، یہ سب لوگ مُکر گئے، کہ ہم نے نہیں لکھے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے پاس تمہارے خطوط موجود ہیں۔

اس کے بعد فرمایا:

"اے لوگو! اگر تم میرا آنا پسند نہیں کرتے تو مجھے چھوڑ دو میں کسی ایسی زمین پر چلا جاؤں گا جہاں مجھے امن ملے۔"

قیس بن اشعث نے کہا کہ آپ اپنے چچازاد بھائی ابن زیاد کے حکم پر کیوں نہیں اُتر آتے، وہ پھر آپ کے بھائی ہیں۔ آپ کے ساتھ بُرا سلوک نہ کریں گے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مسلم بن عقیل کے قتل کے بعد بھی تمہاری یہی رائے ہے۔ واللہ میں کبھی اس کو قبول نہ کروں گا، یہ فرما کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ گھوڑے سے اتر آئے۔

اس کے بعد زہیر بن القین رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور ان لوگوں کو نصیحت کی کہ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون سے باز آ جائیں، اور بتلایا کہ اگر تم اپنی اس حرکت سے باز نہ آئے اور ابن زیاد کا ساتھ دیا تو خوب سمجھ لو کہ تم کو بھی ابن زیاد سے کوئی فلاح نہ پہنچے گی، وہ تم کو بھی قتل و غارت کرے گا، ان لوگوں نے زہیر کو برا بھلا کہا، اور ابن زیاد کی تعریف کی اور کہا کہ ہم تم سب کو قتل کر کے ابن زیاد کے پاس بھیجیں گے۔

زہیر رضی اللہ عنہ نے پھر کہا ظالمو! اب بھی ہوش میں آؤ، فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا سمیہ کے بیٹے (ابن زیاد) سے زیادہ محبت و اکرام کا مستحق ہے۔ اگر تم ان کی امداد نہیں کرتے تو ان کو اور ان کے چچازاد بھائی یزید کو چھوڑ دو، کہ وہ آپس میں نبٹ لیں، بخدا یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ تم سے اس پر ناراض نہ ہوگا۔

جب گفتگو طویل ہونے لگی تو شمر نے پہلا تیر ان پر چلا دیا، اس کے بعد حر بن یزید جو اب تائب ہو کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے آگے بڑھے اور لوگوں کو خطاب کیا۔

"اے اہل کوفہ تم ہلاک و برباد ہو جاؤ۔ کیا تم نے ان کو اس لیے بلایا تھا کہ وہ آ جائیں تو تم ان کو قتل کرو، تم نے کہا تھا کہ ہم اپنی جان و مال آپ پر قربان کریں گے، اور اب تم ہی ان کے قتل کے درپے ہو، ان کو اس کی بھی اجازت نہیں دیتے کہ خدا کی طویل و عریض زمین میں کہیں چلے جائیں، جہاں ان کو اور اہل بیت کو امن ملے، ان کو تم نے قیدیوں کی مثل بنالیا ہے اور دریائے فرات کا جاری پانی ان پر بند کر دیا ہے۔ جس کو یہودی، نصرانی، مجوسی، سب پیتے ہیں اور جس میں اس علاقے کے خنزیر لوٹتے ہیں۔ حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل بیت پیاس سے بے ہوش ہو رہے ہیں، تم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اُن سے ان کی اولاد کے بارے میں نہایت شرمناک سلوک کیا، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تم کو پیاسا رکھے، اگر توبہ نہ کرو اور اپنی حرکت سے باز نہ آؤ۔"

اب حر بن یزید پر بھی تیر پھینکے گئے، وہ واپس آ گئے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے آگے کھڑے ہو گئے، اس کے بعد تیر اندازی کا سلسلہ شروع ہوا، پھر گھمسان کی جنگ ہوئی، فریق مخالف کے بھی کافی آدمی مارے گئے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے رفقاء بھی بعض شہید ہوئے۔ حر بن یزید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو کر شدید قتال کیا، بہت سے دشمنوں کو قتل کیا، مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ زخمی ہو کر گر گئے۔ حبیب بن مطہر رضی اللہ عنہ اُن کے پاس آئے اور کہا کہ جنت کی خوشخبری تمہارے لئے ہے، اگر میں یہ جانتا کہ میں بھی تمہارے پیچھے شہید ہونے والا ہوں تو میں تم سے تمہاری وصیّت دریافت کرتا، انہوں نے کہا کہ ہاں میں ایک وصیّت کرتا ہوں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ جب تک زندہ ہو ان کی حفاظت کرنا۔

اس کے بعد شقی و بدبخت شمر نے چاروں طرف سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء پر ہلّہ بول دیا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے رفقاء نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا، کوفہ

کے لشکر پر جس طرف حملہ کرتے تھے، میدان صاف ہو جاتا تھا، جب عروہ بن قیس نے یہ حالت دیکھی تو عمر بن سعد سے مزید کمک طلب کی۔ اور شیث بن ربعی سے کہا کہ تم کیوں آگے نہیں بڑھتے اس وقت شیث سے نہ رہا گیا۔ اور کہا کہ تم سب گمراہ ہو، ابن علی جو اس وقت روئے زمین پر سب سے بہتر ہیں، ان سے قتال کرتے ہو اور سمیہ زانیہ کے لڑکے ابن زیاد کا ساتھ دیتے ہو۔

عمر بن سعد نے جو کمک اور تازہ دم پانچ سو سپاہی بھیجے، یہ آکر مقابلہ پر ڈٹ گئے، اصحاب حسین رضی اللہ عنہ نے ان کا بھی نہایت بہادری سے مقابلہ کیا اور گھوڑے چھوڑ کر میدان میں پیادہ آ گئے۔ اس وقت بھی حر بن یزید نے سخت قتال کیا۔ اب دشمن نے خیموں میں آگ لگانا شروع کی۔

گھمسان جنگ میں نمازِ ظہر کا وقت

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اکثر رفقاء شہید ہو چکے تھے اور دشمن کے دستے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قریب پہنچ چکے تھے، ابوشمامہ صائدی نے عرض کیا کہ میری جان آپ پر قربان ہو میں چاہتا ہوں کہ آپ کے سامنے قتل کیا جاؤں، لیکن یہ دل چاہتا ہے کہ ظہر کا وقت ہو چکا ہے یہ نماز ادا کر کے پروردگار کے سامنے جاؤں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بآواز بلند فرمایا کہ جنگ ملتوی کرو، یہاں تک کہ ہم نماز پڑھ لیں، ایسی گھمسان جنگ میں کون سنتا تھا طرفین سے قتل و قتال جاری تھا، اور ابوشمامہ رضی اللہ عنہ اسی حالت میں شہید ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے چند اصحاب کے ساتھ نماز ظہر صلوٰۃ الخوف کے مطابق ادا فرمائی۔

نماز کے بعد پھر قتال شروع کیا، اب یہ لوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچ چکے تھے، حنفی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے، اور سب تیر اپنے بدن پر کھاتے رہے، یہاں تک کہ زخموں سے چور ہو کر گر گئے، اس وقت زہیر بن القین رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مدافعت میں سخت قتال کیا، یہاں تک کہ وہ بھی شہید ہو گئے۔ اس وقت

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بجز چند رفیقوں کے کوئی نہ رہا تھا، اور یہ رفقاء بھی دیکھ رہے تھے کہ ہم نہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بچا سکتے ہیں نہ خود بچ سکتے ہیں، تو اب اُن میں سے ہر شخص کی یہ خواہش تھی کہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے پہلے شہید ہو جاؤں، اس لیے ہر شخص نہایت شدت و شجاعت سے مقابلہ کر رہا تھا، اسی میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بڑے صاحبزادے علی اکبر رضی اللہ عنہ یہ شعر پڑھتے ہوئے آگے بڑھے۔

أَنَا ابنُ علی بن الحسین بن علی
نحن و ربّ البیت اولی بألنبی

"یعنی میں حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہوں، قسم ہے ربّ البیت کی کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب تر ہیں۔"

کم بخت مرہ ابن منقذ نے اُن کو نیزہ مار کر گرا دیا، پھر کچھ اور شقی آگے بڑھے اور لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سامنے آئے اور کہا، خدا تعالیٰ اس قوم کو برباد کرے جس نے تجھ کو قتل کیا ہے، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کیسے بے وقوف ہیں تیرے بعد اب زندگی پر خاک ہے، ان کی لاش اٹھا کر خیمہ کے پاس لائی گئی، عمر بن سعد نے قاسم بن حسن رضی اللہ عنہ کے سر پر تلوار ماری وہ گرے، اور ان کے منہ سے نکلا یا عماہ، تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے دوڑ کر ان کو سنبھالا اور عمر پر تلوار سے حملہ کیا، کہنی سے اس کا ہاتھ کٹ گیا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بھتیجے قاسم رضی اللہ عنہ کی لاش کو اپنے کاندھے پر اٹھا کر لائے، اور اپنے بیٹے اور دوسرے اہل بیت کے برابر لٹا دیا، اب حضرت حسین رضی اللہ عنہ تقریباً تنہا بے یار و مددگار رہ گئے۔

لیکن ان کی طرف بڑھنے کی کسی کو ہمت نہیں ہوئی، اسی طرح بہت دیر تک یہی کیفیت رہی، کہ جو شخص آپ کی طرف بڑھتا اُسی طرح لوٹ جاتا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل اور اس کے گناہ کو اپنے سر لینا نہ چاہتا تھا، یہاں تک کہ قبیلہ کندہ کا ایک شقی القلب مالک بن نسیر آگے بڑھا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر پر تلوار سے حملہ کیا، آپ

شدید زخمی ہو گئے، اپنے چھوٹے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہ◆ کو بلایا، اور اپنی گود میں بٹھالیا، بنی اسد کے ایک بدنصیب نے ان کو بھی تیر مار کر شہید کر دیا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس معصوم بچے کا خون لے کر زمین پر بکھیر دیا، اور دعا کی یا اللہ تو ہی ان ظالموں سے ہمارا انتقام لے۔

اس وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی پیاس حد کو پہنچ چکی تھی، آپ پانی پینے کے لیے دریائے فرات کے قریب تشریف لے گئے، ظالم حصین بن نمیر نے آپ کے منہ پر نشانہ کر کے تیر پھینکا جو آپ کو لگا، اور دہن مبارک سے خون جاری ہو گیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت

اس کے بعد شمر دس آدمی ساتھ لے کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ شدید پیاس اور اتنے زخموں کے باوجود ان کا دلیرانہ مقابلہ کر رہے تھے، اور جس طرف حضرت حسین رضی اللہ عنہ بڑھتے یہ بھاگتے نظر آتے تھے، اہل تاریخ نے کہا کہ یہ ایک بے نظیر واقعہ ہے کہ جس شخص کی اولاد اور اہل بیت قتل کر دیئے گئے ہیں، اس کو خود شدید زخم لگے ہوئے ہوں، اور وہ پانی کے ایک ایک قطرہ سے محروم ہو اور وہ اس قوت اور ثبات قدمی سے مقابلہ کر رہا ہے کہ جس طرف رخ کرتا ہے مسلح سپاہی بھیڑ بکریوں کی طرح بھاگنے لگتے ہیں۔

شمر نے جب یہ دیکھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے سے ہر شخص بچنا چاہتا ہے تو آواز دی کہ سب یکبارگی حملہ کرو، اس پر بہت سے بدنصیب آگے بڑھے، نیزوں اور تلواروں سے یکبارگی حملہ کیا، اور ابن رسول اللہ، خیر خلق اللہ فی الارض ظالموں کا دلیرانہ مقابلہ

◆ بعض واقعات شہادت لکھنے والوں نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو علی اصغر لکھا ہے مگر مستند یہ ہے کہ علی اصغر حضرت علی بن الحسین زین العابدین رضی اللہ عنہ کا نام ہے جو شہید نہیں ہوئے۔ ۱۲۔ ابن کثیر

کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

شمر نے خولی بن یزید سے کہا کہ ان کا سر کاٹ لو، وہ آگے بڑھا مگر ہاتھ کانپ گئے، پھر شقی بد بخت سنان بن انس نے یہ کام انجام دیا، آپ کی لاش کو دیکھا تو تینتیس زخم نیزوں کے اور چونتیس زخم تلواروں کے آپ کے بدن پر تھے، تیروں کے زخم ان کے علاوہ۔

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَاَرْضَاہُ وَرَزَقَنَا حُبَّہٗ وَحُبَّ مَنْ وَّالَاہُ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور عام اہل بیت کے قتل سے فارغ ہو کر یہ ظالم علی اصغر حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے، شمر نے ان کو بھی قتل کرنا چاہا، حمید بن مسلم نے کہا کہ سبحان اللہ تم بچہ کو قتل کرتے ہو اور جب کہ وہ مریض بھی ہے، شمر نے چھوڑ دیا، عمر بن سعد آگے آئے اور کہا کہ ان عورتوں کے خیمہ کے پاس کوئی نہ جائے اور اس مریض بچہ سے کوئی تعرض نہ کرے۔

لاش کو روندا گیا

ابن زیاد شقی کا حکم تھا کہ قتل کے بعد لاش کو گھوڑوں کی ٹاپوں میں روندا جائے۔ عمر بن سعد نے چند سواروں کو حکم دیا، انہوں نے یہ بھی کر ڈالا۔

اِنَّا للّٰہ واِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

مقتولین اور شہداء کی تعداد

جنگ کے خاتمہ پر مقتولین کی شمار کی گئی تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں بہتر حضرات شہید ہوئے۔ اور عمر بن سعد کے لشکر کے اٹھاسی سپاہی مارے گئے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کو اہل غافریہ نے ایک روز بعد دفن کیا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور اُن کے رفقاء کے

سر ابن زیاد کے دربار میں

خولی بن یزید اور حمید بن مسلم ان حضرات کے سر کو لے کر کوفہ روانہ ہوئے اور ابن زیاد کے سامنے پیش کیے۔ابن زیاد نے لوگوں کو جمع کر کے سب سروں کو سامنے رکھا اور ایک چھڑی سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے دہن مبارک کو چھونے لگا، زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیا، اور بول اُٹھے کہ چھڑی ان متبرک ہونٹوں کے اوپر سے ہٹالے،قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ ان ہونٹوں کو بوسہ دیتے تھے۔ یہ کہہ کر رو پڑے،ابن زیاد نے کہا کہ اگر تم سن رسیدہ بوڑھے نہ ہوتے تو میں تمہاری بھی گردن مار دیتا۔زید بن ارقم یہ کہتے ہوئے باہر آ گئے کہ اے قوم عرب تم نے سیدۃ النساء فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے کو قتل کر دیا اور مرجانہ کے بیٹے کو اپنا امیر بنالیا،وہ تمہارے اچھے لوگوں کو قتل کرے گا اور شریروں کو غلام بنائے گا،تمہیں کیا ہوا کہ اس ذلت پر راضی ہو گئے۔

بقیہ اہل بیت کوفہ میں۔۔۔۔اور۔۔ابن زیاد سے مکالمہ

عمر بن سعد دو روز کے بعد بقیہ اہل بیت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹیوں اور بہنوں اور بچوں کو ساتھ لے کر کوفہ کے لیے نکلے،تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں،عورتوں بچوں کے سامنے یہ منظر آیا تو کہرام مچ گیا،اور گویا زمین و آسمان رونے لگے۔عمر بن سعد نے ان سب اہل بیت کو ابن زیاد کے سامنے پیش کیا،تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ زینب بہت میلے اور خراب کپڑے پہن کر پہنچیں اور ان کی باندھیں ان کے ارد گرد تھیں اور ایک طرف جا کر خاموش بیٹھ گئیں۔ابن زیاد نے پوچھا،یہ علیحدہ بیٹھنے والی کون ہے، زینب رضی اللہ عنہا نے جواب نہ دیا۔کئی مرتبہ اسی طرح دریافت کیا مگر زیب رضی اللہ عنہا خاموش رہیں۔جب کسی لونڈی نے کہا کہ یہ زینب رضی اللہ عنہا بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں،ابن زیاد بولا،

شکر ہے اللہ کا جس نے تمہیں رسوا کیا، اور قتل کیا اور تمہاری بات کو جھوٹا کیا اس پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کڑک کر بولیں، شکر ہے اللہ کا جس نے ہمیں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے شرف بخشا اور قرآن میں ہمارے پاک کرنے کو بیان کیا۔ رسوا وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو نافرمانی کرے۔ رسوا وہ ہوتا ہے جو اللہ کی نافرمانی کرے۔

ابن زیاد نے غصہ میں آ کر کہا کہ اللہ نے مجھے تمہارے غیظ سے شفا دی ہے اور تمہارے سرکش کو ہلاک کیا ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا دل بھر آیا، رونے لگیں اور کہا کہ تم نے ہمارے سب چھوٹوں بڑوں کو قتل کر دیا، اگر یہی شفا ہے تو شفا سمجھ لے۔

اس کے بعد ابن زیاد علی اصغر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوا، ان کا نام پوچھا، بتلایا کہ علی نام ہے، اس نے کہا وہ تو قتل کر دیا گیا، علی اصغر رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ وہ میرے بڑے بھائی تھے، اُن کا نام بھی علی تھا، ابن زیاد نے ان کو بھی قتل کرنے کا ارادہ کیا، تو علی اصغر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے بعد ان عورتوں کا کون کفیل ہوگا، ادھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا ان کی پھوپھی ان کو لپٹ گئیں اور کہنے لگیں کہ اے ابن زیاد کیا ابھی تک ہمارے خون سے تیری پیاس نہیں بجھی، میں تجھے خدا کی قسم دیتی ہوں، اگر تو ان کو قتل کرے تو ہم کو بھی ان کے ساتھ قتل کر دے۔

علی اصغر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابن زیاد اگر تیرے اور ان عورتوں کے درمیان کوئی قرابت ہے تو ان کے ساتھ کسی صالح متقی مسلمان کو بھیجنا جو اسلام کی تعلیم کے مطابق ان کی رفاقت کرے، یہ سن کر ابن زیاد نے کہا اچھا اس لڑکے کو چھوڑ دو کہ خود اپنی عورتوں کے ساتھ جائے۔

اس کے بعد ابن زیاد نے ایک نماز کے بعد خطبہ دیا، جس میں حسین رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کیا، مجمع میں عبداللہ بن عفیف ازدی بھی تھے، کھڑے ہو گئے، جو نابینا تھے اور ہمہ وقت مسجد میں رہتے تھے، کہا اے ابن زیاد تو کذاب ابن کذاب ہے، تم انبیاء کی اولاد کو قتل کرتے ہو، اور صدیقین کی سی باتیں بناتے ہو، ابن زیاد نے اُن کو گرفتار کرنا چاہا تو اُن کے قبیلہ کے لوگ چھڑانے کے لیے کھڑے ہو گئے، اس لیے چھوڑ دیئے گئے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو کوفہ کے بازاروں میں پھرایا گیا پھر یزید کے پاس شام بھیجا گیا

ابن زیاد کی شقاوت نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ حکم دیا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو ایک لکڑی پر رکھ کر کوفہ کے بازاروں میں اور گلی کوچوں میں گھمایا جائے کہ سب لوگ دیکھ لیں، اس کے بعد اس کو اور دوسرے اصحاب کے سروں کو یزید کے پاس ملک شام بھیج دیا اور اسی کے ساتھ عورتوں بچوں کو بھی روانہ کیا یہ لوگ شام پہنچے تو انعام کے شوق میں حر بن قیس جوان کو لے کر گیا تھا فوراً یزید کے پاس پہنچا یزید نے پوچھا کیا خبر ہے، اس نے میدانِ کربلا کے معرکہ کی تفصیل بتلا کر کہا کہ امیر المومنین کو بشارت ہو کہ مکمل فتح حاصل ہوئی، یہ سب مارے گئے اور ان کی ساری عورتیں اور بچے حاضر ہیں۔

یہ حال سن کر یزید کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، اور کہا کہ میں تم سے اتنی ہی اطاعت چاہتا تھا کہ بغیر قتل کے گرفتار کرلو، اللہ تعالیٰ ابن سمیہ پر لعنت کرے اس نے ان کو قتل کرا دیا، خدا کی قسم اگر میں وہاں ہوتا تو میں معاف کر دیتا۔ اللہ تعالیٰ حسین رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے، یہ کہا اور اس شخص کو کوئی انعام نہیں دیا۔

سر مبارک جس وقت یزید کے سامنے رکھا گیا تو یزید کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے دانتوں پر چھڑی لگا کر حصین بن ہمام کے یہ اشعار پڑھے۔

اَبٰی قَوْمُنَا اَنْ یُّنْصِفُوْنَا فَاَنْصَفَتْ
نَوَاصِبُ فِیْ اَیْمَانِنَا تُقْطِرُ الدِّمَا
یُفَلِّقْنَ هَامًا مِّنْ رِجَالٍ اَعِزَّةٍ
عَلَیْنَا وَهُمْ کَانُوْا اَعَقَّ وَاَظْلَمَا

"یعنی ہماری قوم نے ہمارے ساتھ انصاف نہ کیا تو پھر ہماری خونچکاں

تلواروں نے انصاف کیا جنہوں نے ایسے مردوں کے سر پھاڑ دئیے
جو ہم پر سخت تھے، اور وہ تعلقات قطع کرنے والے ظالم تھے۔"

ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ آپ نے کہا اے یزید تو اپنی چھڑی حسین رضی اللہ عنہ کے دانتوں پر لگاتا ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ ان کو بوسہ دیتے تھے۔ اے یزید قیامت کے روز تو آئے گا تو تیری شفاعت ابن زیاد ہی کرے گا، اور حسین رضی اللہ عنہ آئیں گے تو ان کی شفیع محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے، یہ کہہ کر ابوبرزہ رضی اللہ عنہ مجلس سے نکل گئے۔

یزید کے گھر ماتم

جب یزید کی بیوی ہند بنت عبداللہ نے یہ خبر سنی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ قتل کر دئیے گئے اور ان کا سر لایا گیا ہے تو کپڑا اوڑھ کر باہر نکل آئی اور کہنے لگی امیر المومنین کیا ابن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یہ معاملہ کیا گیا، اس نے کہا، ہاں خدا ابن زیاد کو ہلاک کرے، اس نے جلدی کی اور قتل کر ڈالا، ہند یہ سن کر رو پڑی۔

یزید نے کہا کہ حسین رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تھا کہ میرا باپ یزید کے باپ سے اور میری ماں یزید کی ماں سے اور میرے دادا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یزید کے دادا سے بہتر ہیں، ان میں پہلی بات کہ میرا باپ بہتر ہے یا اُن کا اس کا فیصلہ تو اللہ تعالیٰ کرے گا۔ وہ دونوں وہاں پہنچ چکے ہیں، اللہ ہی جانتا ہے اس نے کس کے حق میں فیصلہ کیا ہے۔

اور دوسری بات کہ ان کی ماں میری ماں سے بہتر ہیں تو میں قسم کھاتا ہوں کہ بے شک صحیح ہے، ان کی والدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میری والدہ سے بہتر ہیں۔

رہی تیسری بات کہ ان کے دادا میرے دادا سے بہتر ہیں، سو یہ ایسی بات ہے کہ کوئی مسلمان جس کا اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان ہے اس کے خلاف نہیں کہہ سکتا، ان کی یہ سب باتیں صحیح و درست تھیں مگر جو آفت آئی وہ ان کی سمجھ کی وجہ سے آئی، انہوں نے اس آیت پر غور نہیں کیا:

قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ

اس کے بعد عورتیں، بچے یزید کے سامنے لائے گئے اور سر مبارک اس مجلس میں رکھا ہوا تھا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی دونوں صاجزادیاں فاطمہ رضی اللہ عنہا اور سکینہ رضی اللہ عنہا پنجوں کے بَل کھڑے ہو کر سر مبارک کو دیکھنا چاہتی تھیں، اور یزید ان کے سامنے کھڑا ہو کر چاہتا تھا کہ نہ دیکھیں جب اُن کی نظر اپنے والد ماجد کے سر پر پڑی تو بے ساختہ رونے کی آواز نکل گئی، اُن کی آواز سن کر یزید کی عورتیں بھی چلّا اٹھیں، اور یزید کے محل میں ایک ماتم برپا ہو گیا۔

یزید کے دربار میں زینب رضی اللہ عنہا کی دلیرانہ گفتگو

ایک شامی شخص نے صاجزادی کے متعلق ناشائستہ الفاظ کہے تو ان کی پھوپھی زینب رضی اللہ عنہا نے نہایت سختی سے کہا کہ نہ تجھے کوئی حق ہے نہ یزید کو، اس پر یزید برہم ہو کر کہنے لگا کہ مجھے سب اختیار حاصل ہے۔ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ واللہ جب تک تو ہمارے ملّت و مذہب سے نہ نکل جائے تجھے کوئی اختیار نہیں، یزید اس پر اور زیادہ برہم ہوا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے پھر تیزی سے جواب دیا، بالآخر خاموش ہو گیا۔

اہل بیت کی عورتیں یزید کی عورتوں کے پاس

اس کے بعد ان کو زنان خانہ میں اپنی عورتوں کے پاس بھیج دیا، یزید کی عورتوں میں سے کوئی نہ رہی، جس نے اُن کے پاس آ کر گریہ و بکا اور ماتم نہ کیا ہو، اور جو زیورات وغیرہ ان سے لے لیے گئے تھے اُن سے زائد اُن عورتوں نے اُن کی خدمت میں پیش کئے۔

علی بن حسین رضی اللہ عنہ یزید کے سامنے

اس کے بعد علی اصغر رضی اللہ عنہ ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں سامنے لائے گئے، انہوں نے سامنے آ کر کہا کہ اگر ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح قید میں دیکھتے تو ہماری قید کھول دیتے، یزید نے کہا سچ ہے، اور قید کھول دینے کا حکم دے دیا، اس کے بعد علی اصغر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس طرح مجلس میں بیٹھا ہوا دیکھتے تو اپنے قریب بلا لیتے یزید نے ان کو اپنے قریب بلا لیا اور کہا کہ اے علی بن حسین رضی اللہ عنہ تمہارے والد نے ہی مجھ سے قطع رحمی کی اور میرے حق کو نہ پہچانا اور میری سلطنت کے خلاف بغاوت کی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ معاملہ کیا جو تم نے دیکھا۔

علی اصغر رضی اللہ عنہ نے قرآنِ مجید کی یہ آیت مبارکہ پڑھی:

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۚ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۙ

”یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو کوئی مصیبت تمہیں پہنچتی ہے زمین میں یا تمہاری جانوں پر، سو وہ کتاب تقدیر میں لکھی ہوئی ہے زمین کے پیدا کرنے سے قبل، اور یہ کام اللہ کے لیے آسان ہے اور (تمام کاموں کا تابع تقدیر ہونا) اس لیے بیان کیا گیا ہے کہ جو چیز تم سے فوت ہو جائے اس پر زیادہ غم نہ کرو اور جو چیز مل جائے اس پر زیادہ خوش نہ ہو، اللہ تعالیٰ فخر کرنے والے متکبر کو پسند نہیں کرتا۔“

یزید یہ سن کر خاموش ہو گیا، پھر حکم دیا کہ ان کو اور ان کی عورتوں کو ایک مستقل مکان میں رکھا جائے، اور یزید کوئی ناشتہ اور کھانا نہ کھاتا تھا جس میں علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو نہ بلاتا ہو،

ایک روز ان کو بلایا تو ان کے ساتھ ان کے چھوٹے بھائی عمرو بن الحسین رضی اللہ عنہ بھی آ گئے، یزید نے عمرو بن الحسین رضی اللہ عنہ سے بطور مزاح کہا کہ تم اس لڑکے (یعنی اپنے لڑکے خالد) سے مقابلہ کر سکتے ہو، عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں کر سکتا ہوں، بشرطیکہ آپ ایک چھری اُن کو دے دیں اور ایک مجھے، یزید نے کہا کہ آخر سانپ کا بچہ سانپ ہی ہوتا ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ یزید شروع میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر راضی تھا، اور ان کا سر مبارک لایا گیا تو خوشی کا اظہار کیا اس کے بعد جب یزید کی بدنامی سارے عالم اسلام میں پھیل گئی، اور وہ سب مسلمانوں میں مبغوض ہو گیا تو بہت نادم ہوا اور کہنے لگا، کاش میں تکلیف اٹھا لیتا اور حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ اپنے گھر میں رکھتا اور ان کو اختیار دے دیتا کہ جو وہ چاہیں کریں، اگر چہ اس سے میرے اقتدار کو نقصان ہی پہنچتا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور ان کا اور ان کی قرابت کا یہی حق تھا، اللہ تعالیٰ ابن مرجانہ پر لعنت کرے، اس نے ان کو مجبور کر کے قتل کر دیا، حالاں کہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ مجھے یزید کے پاس جانے دو، یا کسی سرحدی مقام پر پہنچا دو، مگر اس نالائق نے قبول نہ کیا، اور ان کو قتل کر کے ساری دنیا کے مسلمانوں میں مجھے مبغوض کر دیا، ان کے دلوں میں میری عداوت کا بیج بو دیا، کہ ہر نیک و بد مجھ سے بغض رکھنے لگا، اللہ اس ابن مرجانہ پر لعنت کرے۔

اہل بیت کی مدینہ کو واپسی

اس کے بعد جب یزید نے ارادہ کیا کہ اہل بیت اطہار کو مدینہ واپس بھیج دے تو نعمان بن بشیر کو حکم دیا کہ ان کے لیے ان کے مناسب شان ضروریاتِ سفر مہیا کریں اور ان کے ساتھ کسی امانت دار متقی آدمی کو بھیجے اور اس کے ساتھ ایک حفاظتی دستہ فوج کا بھیج دے جو اُن کو مدینہ تک بحفاظت پہنچائے اور علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو رخصت کرنے کے لیے اپنے پاس بلایا اور کہا کہ اللہ ابن مرجانہ پر لعنت کرے، بخدا اگر میں خود اس جگہ ہوتا تو حسین جو کچھ کہتے میں قبول کر لیتا، اور جہاں تک ممکن ہوتا تو اُن کو ہلاکت سے بچاتا، اگر چہ مجھے اپنی اولاد

کو قربان کرنا پڑتا لیکن جو مقدر تھا وہ ہوگیا، صاحب زادے تمہیں جب کوئی ضرورت ہو مجھے خط لکھنا اور میں نے تمہارے ساتھ جانے والوں کو بھی یہ ہدایت کر دی ہے۔

تنبیہ:

یزید کی یہ زود پشیمانی اور بقیہ اہل بیت کے ساتھ بظاہر اکرام کا معاملہ محض اپنی بدنامی کا داغ مٹانے کے لیے تھا یا حقیقت میں کچھ خدا کا خوف اور آخرت کا خیال آ گیا، یہ تو علیم وخبیر ہی جانتا ہے، مگر یزید کے اعمال اور کارنامے اس کے بعد بھی سب سیاہ کاریوں ہی سے لبریز ہیں، مرتے مرتے بھی مکّہ پر چڑھائی کے لیے لشکر بھیجے ہیں، اسی حال میں مرا ہے عاملہ اللہ بما ہو اہلہ (مولف)۔

اس کے بعد اہل بیت ان لوگوں کی حفاظت میں مدینہ کی طرف روانہ ہوئے ان لوگوں نے راستہ میں اہل بیت کی خدمت بڑی ہمدردی سے کی، رات کو ان کی سواریاں اپنے سامنے رکھتے تھے، اور جب کسی منزل پر اُترتے تو اُن سے علیحدہ ہوجاتے اور اپنے چاروں طرف پہرہ دیتے تھے، اور ہر وقت ان کی ضروریات کو دریافت کرکے پورا کرنے کا اہتمام رکھتے تھے، یہاں تک کہ یہ سب حضرات اطمینان کے ساتھ مدینہ پہنچ گئے۔

وطن پہنچ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی صاجزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بہن زینب رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اس شخص نے ہم پر احسان کیا ہے کہ سفر میں راحت پہنچائی ہمیں کچھ اس کو صلہ دینا چاہئے۔ زینب رضی اللہ عنہا نے کہا اب ہمارے پاس اپنے زیور کے سوا تو کچھ ہے نہیں، دونوں نے اپنے زیوروں میں سے دو کنگن اور دو بازو بند سونے کے نکالے اور ان کے سامنے پیش کیے، اور اپنی بے مائیگی کا عذر پیش کیا، اس شخص نے کہا واللہ اگر میں نے یہ کام دنیا کے لئے کیا ہوتا تو میرے لیے یہ انعام بھی کم نہ تھا لیکن میں نے تو اپنا فرض ادا کیا ہے جو کہ قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے مجھ پر عائد ہوتا ہے۔

آپ کی زوجۂ محترمہ کا غم وصدمہ اور انتقال

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ رباب بنت امرا القیس بھی آپ کے ساتھ اسی سفر میں تھیں اور شام بھیجی گئیں، پھر سب کے ساتھ مدینہ پہنچیں، تو باقی عمر اسی طرح گزار دی کہ کبھی مکان کے سایہ میں نہ رہتی تھیں، کوئی کہتا کہ دوسری شادی کرلو تو جواب دیتی تھیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اور کسی کو اپنا خسر بنانے کے لیے تیار نہیں، بالآخر ایک سال بعد وفات ہوگئی۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کے قتل کی خبریں مدینہ میں پہنچیں، تو پورے مدینہ میں کہرام تھا، مدینہ کے درو دیوار رو رہے تھے، اور جب خاندان اہل بیت کے یہ بقیہ نفوس مدینہ پہنچے، تو مدینہ والوں کے زخم از سر نو تازہ ہوگئے۔

عبداللہ بن جعفر کو اُن کے دو بیٹوں کی تعزیت

جس وقت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ ان کے دو بیٹے بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہوگئے۔ تو بہت لوگ اُن کی تعزیت کو آئے۔ ایک شخص کی زبان سے نکل گیا کہ ہم پر یہ مصیبت حسین رضی اللہ عنہ کی وجہ سے آئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو غصّہ آ گیا، اس کو جوتا پھینک مارا، کہ کم بخت تو یہ کہتا ہے، واللہ اگر میں وہاں ہوتا تو میں بھی اُن کے ساتھ قتل کر دیا جاتا، واللہ آج میرے بیٹوں کا قتل ہی میرے لیے تسلی ہے کہ اگر میں حسین رضی اللہ عنہ کی کوئی مدد نہیں کر سکا تو میری اولاد نے یہ کام کر دیا۔

واقعہ شہادت کا اثر فضائے آسمانی پر

عام مؤرخین ابن اثیر وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد دو تین مہینہ تک فضا کی یہ کیفیت رہی کہ جب آفتاب طلوع ہوتا اور دھوپ درو دیوار پر پڑتی تو اتنی سرخ ہوتی تھی جیسے دیواروں کو خون لپیٹ دیا گیا ہو۔

شہادت کے وقت آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا گیا

بیہقی نے دلائل میں بسند روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک رات آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ دوپہر کا وقت ہے اور آپ پراگندہ بال پریشان حال ہیں، آپ کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے جس میں خون ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اس میں کیا ہے فرمایا: حسین کا خون ہے، میں اس کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کروں گا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسی وقت لوگوں کو خبر دے دی تھی کہ حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے، اس خواب سے چند روز کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع پہنچی اور حساب کیا گیا تو ٹھیک وہی دن اور وہی وقت آپ کی شہادت کا تھا۔

اور ترمذی نے سلمٰی سے روایت کیا ہے، کہ وہ ایک روز اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں، تو دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں، میں نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں اس طرح دیکھا کہ آپ کے سر مبارک اور ڈاڑھی پڑ مٹی پڑی ہوئی ہے، میں نے پوچھا کہ یہ کیا حال ہے؟ فرمایا کہ میں ابھی حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر موجود تھا۔

(تاریخ الخلفاء للسیوطی)

ابونعیم نے دلائل میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر میں نے جنات کو روتے دیکھا ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بعض حالات وفضائل

آپ ہجرت کے چوتھے سال ۵ شعبان کو مدینہ طیبہ میں رونق افروز عالم ہوئے اور دس محرم ۶۱ھ میں بعمر ۵۵ سال شہید ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے آپ کی تحنیک فرمائی یعنی کھجور چبا کر اس کا رس اُن کے منہ میں ڈالا، اور کان میں اذان دی، اور اُن کے لیے دعا فرمائی اور حسین نام رکھا، ساتویں روز عقیقہ کیا، آپ بچپن ہی سے شجاع و دلیر تھے،

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے بارے میں فرمایا:

حُسَيْنٌ مِّنِّيْ وَاَنَا مِنْ حُسَيْنٍ اَللّٰهُمَّ اُحِبُّ حُسَيْنًا،
اَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ (اسعاف)

حسین مجھ سے ہے اور میں حسین یا اللہ جو حسین کو محبوب رکھے تو اسے محبوب رکھ۔

ابن حبان، ابن سعد، ابو یعلیٰ، ابن عساکر ائمہ حدیث نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا:

مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَفِيْ لَفْظٍ سَيِّدِ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى حُسَيْنِ ابْنِ عَلِيٍّ

"جو چاہے کہ اہل جنت میں سے کسی کو دیکھے یا یہ فرمایا کہ نوجوانانِ اہل جنّت کے سردار کو دیکھے وہ حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو دیکھ لے۔"

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف رکھتے تھے، فرمایا وہ شوخ لڑکا کہاں ہے، یعنی حسین رضی اللہ عنہ، حسین رضی اللہ عنہ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں گر پڑے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک میں انگلیاں ڈالنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسین رضی اللہ عنہ کے منہ پر بوسہ دیا اور فرمایا، یا اللہ میں حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہوں آپ بھی اس سے محبت کریں اور اس شخص سے بھی جو حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرے۔

ایک روز ابن عمر رضی اللہ عنہما کعبہ کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے دیکھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سامنے سے آرہے ہیں، ان کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ شخص اس زمانہ میں اہل آسمان کے نزدیک سارے اہل زمین سے زیادہ محبوب ہیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نہایت سخی اور لوگوں کی امداد میں اپنی جان و مال پیش کرنے

والے تھے،اور فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کسی کی حاجت پوری کرنا، میں اپنے ایک مہینہ کے اعتکاف سے بہتر سمجھتا ہوں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی زرّیں نصیحت

فرمایا کہ لوگ اپنی حاجت تمہارے پاس لائیں تو اس سے ملول نہ ہو کیونکہ اُن کے حوائج تمہاری طرف یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں، اگر تم اس سے ملول و پریشان ہو گئے تو یہ نعمت مبدل بہ قہر ہو جائے گی (یعنی تمہیں لوگوں کا محتاج کر دیا جائے گا، کہ تم ان کے دروازوں پر جاؤ)۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ ایک روز حرم مکّہ میں حجر اسود کو پکڑے ہوئے یہ دعا کر رہے تھے۔

"یا اللہ تعالیٰ آپ نے مجھ پر انعام فرمایا مجھے شکر گزار نہ پایا، میری آزمائش کی تو مجھے صابر نہ پایا مگر اس پر بھی آپ نے نہ اپنی نعمت مجھ سے سلب کی، اور نہ مصیبت کو مجھ پر قائم رہنے دیا، یا اللہ کریم سے تو کرم ہی ہوا کرتا ہے۔"

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوفہ چلے گئے تھے، اور ان کے ساتھ ہر جہاد میں شریک رہے اور ان کی صحبت میں رہے، یہاں تک کہ وہ شہید کر دیئے گئے، اس کے بعد اپنے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے، یہاں تک کہ وہ امارت چھوڑ کر مدینہ چلے آئے، تو آپ بھی اُن کے ساتھ مدینہ میں آ گئے اور جب تک بیعتِ یزید کا فتنہ شروع نہیں ہوا مدینہ ہی میں مقیم رہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا میں آپ کے اہل بیت کے تینتیس حضرات شہید ہوئے۔(اسعاف الراغبین)

قاتلانِ حسین رضی اللہ عنہ کا عبرتناک انجام

چندیں اماں نداد کہ شب را سحر کنند

جس وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیاس سے مجبور ہو کر دریائے فرات پر پہنچے، اور پانی پینا چاہتے تھے کہ کم بخت [1] حصین بن نمیر نے تیر مارا جو آپ کے دہنِ مبارک پر لگا، اس وقت آپ کی زبان سے بے ساختہ بد دُعا نکلی کہ:

"یا اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیٹی کے فرزند کے ساتھ جو کچھ کیا جا رہا ہے میں اس کا شکوہ آپ ہی سے کرتا ہوں، یا اللہ ان کو چُن چُن کر قتل کر اُن کے ٹکڑے ٹکڑے فرما دے ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑ۔"

اوّل تو ایسے مظلوم کی بد دعا، پھر سبطِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کی قبولیت میں شبہ کیا تھا، دُعا قبول ہوگئی، اور آخرت سے پہلے دنیا ہی میں ایک ایک کر کے بُری طرح مارے گئے۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ قتل حسین میں شریک تھے ان میں سے ایک بھی نہیں بچا، جس کو آخرت سے پہلے دنیا میں سزا نہ ملی ہو، کوئی قتل کیا گیا، کسی کا چہرہ سخت سیاہ ہوگیا، یا مسخ ہوگیا، یا چند ہی روز میں ملک سلطنت چھن گئے، اور ظاہر ہے کہ یہ اُن کے اعمال کی اصلی سزا نہیں، بلکہ اس کا ایک نمونہ ہے جو لوگوں کی عبرت کے لیے دنیا میں دکھا دیا گیا ہے۔

قاتلِ حسین رضی اللہ عنہ اندھا ہوگیا

سبط ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ ایک بوڑھا آدمی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھا، وہ دفعتاً نابینا ہوگیا۔ تو لوگوں نے سبب پوچھا اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آستین چڑھائے ہوئے ہیں، ہاتھ میں تلوار ہے اور آپ کے سامنے چمڑے کا وہ فرش ہے جس پر کسی کو قتل کیا جاتا ہے، اور اس پر قاتلانِ حسین

---

[1] بعض اہلِ تاریخ نے دوسرا نام ذکر کیا ہے۔ ۱۲ ش

رضی اللہ عنہ میں سے دس آدمیوں کی لاشیں ذبح کی ہوئی پڑی ہیں، اس کے بعد آپ نے مجھے ڈانٹا، اور خونِ حسین رضی اللہ عنہ کی ایک سلائی میری آنکھوں میں لگادی، میں صبح اُٹھا تو اندھا تھا، (اسعاف)۔

منہ کالا ہوگیا

نیز ابن جوزی نے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا تھا اس کے بعد اُسے دیکھا گیا کہ اس کا منہ کالا تارکول ہوگیا، لوگوں نے پوچھا کہ تم سارے عرب میں خوش رو آدمی تھے تمہیں کیا ہوا، اس نے کہا جس روز سے میں نے یہ سر گھوڑے کی گردن میں لٹکایا، جب ذرا سوتا ہوں دو آدمی میرے بازو پکڑتے ہیں، اور مجھے ایک دہکتی ہوئی آگ پر لے جاتے ہیں اور اس میں ڈال دیتے ہیں جو مجھے جھلس دیتی ہے، اور اسی حالت میں چند روز کے بعد مر گیا۔

آگ میں جل گیا

نیز ابن جوزی نے سدی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کی دعوت کی، مجلس میں یہ ذکر چلا کہ حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں جو بھی شریک ہوا اس کو دنیا میں بھی جلد سزا مل گئی، اس شخص نے کہا کہ بالکل غلط ہے میں خود ان کے قتل میں شریک تھا، میرا کچھ بھی نہیں بگڑا یہ شخص مجلس سے اٹھ کر گھر گیا جاتے ہی چراغ کی بتی درست کرتے ہوئے اس کے کپڑوں میں آگ لگ گئی اور وہیں جل بھن کر رہ گیا، سدی کہتے ہیں کہ میں نے خود اس کو صبح دیکھا تو کوئلہ ہو چکا تھا۔

تیر مارنے والا پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر گیا

جس شخص نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے تیر مارا اور پانی نہیں پینے دیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے ایسی پیاس مسلط کر دی کہ کسی طرح پیاس بجھتی نہ تھی، پانی کتنا ہی پی جائے پیاس

سے تڑپتا رہتا تھا، یہاں تک کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا اور وہ مرگیا۔

ہلاکت یزید

شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کے بعد یزید کو بھی ایک دن چین نصیب نہ ہوا، تمام اسلامی ممالک میں خونِ شہداء کا مطالبہ اور بغاوتیں شروع ہوگئیں، اس کی زندگی اس کے بعد دو سال آٹھ ماہ اور ایک روایت میں تین سال آٹھ ماہ سے زائد نہیں رہی دنیا میں بھی اس کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا اور اسی ذلت کے ساتھ ہلاک ہوگیا۔

کوفہ پر مختار کا تسلط اور تمام قاتلانِ حسین رضی اللہ عنہ کی عبرتناک ہلاکت

قاتلانِ حسین رضی اللہ عنہ پر طرح طرح کی آفات ارضی وسماوی کا ایک سلسلہ تو تھا ہی واقعۂ شہادت سے پانچ ہی سال بعد ۶۶ھ میں مختار نے قاتلانِ حسین رضی اللہ عنہ سے قصاص لینے کا ارادہ ظاہر کیا، تو عام مسلمان اس کے ساتھ ہو گئے اور تھوڑے عرصہ میں اس کو یہ قوت حاصل ہوگئی کہ کوفہ اور عراق پر اس کا تسلط ہوگیا۔ اس نے اعلانِ عام کر دیا کہ قاتلانِ حسین رضی اللہ عنہ کے سوا سب کو امن دیا جاتا ہے، اور قاتلانِ حسین رضی اللہ عنہ کی تفتیش وتلاش پر پوری قوت خرچ کی، اور ایک ایک کو گرفتار کر کے قتل کیا، ایک روز میں دوسو اڑتالیس آدمی اس جرم میں قتل کیے گئے کہ وہ قتلِ حسین رضی اللہ عنہ میں شریک تھے۔ اس کے بعد خاص لوگوں کی تلاش اور گرفتاری شروع ہوئی۔

عمرو بن حجاج زبیدی پیاس اور گرمی میں بھاگا، پیاس کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر پڑا، ذبح کر دیا گیا۔

شمر ذی الجوشن جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں سب سے زیادہ شقی اور سخت تھا اس کو قتل کر کے لاش کتوں کے سامنے ڈال دی گئی۔

عبداللہ بن اسید جہنی، مالک بن بشیر بدی، حمل بن مالک کا محاصرہ کیا گیا، انہوں نے رحم کی درخواست کی، مختار نے کہا، ظالمو! تم نے سبطِ رسول اللہ پر رحم نہ کھایا تم پر کیسے رحم کیا جائے، سب کو قتل کیا گیا اور مالک بن بشیر نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ٹوپی اٹھائی تھی، اس کے دونوں ہاتھ دونوں پیر قطع کر کے میدان میں ڈال دیا، تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

عثمان بن خالد اور بشیر بن شمیط نے مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے قتل میں اعانت کی تھی، ان کو قتل کر کے جلا دیا گیا۔

عمر بن سعد جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ پر لشکر کی کمان کر رہا تھا، اس کو قتل کر کے اس کا سر مختار کے سامنے لایا گیا، اور مختار نے اس کے لڑکے حفص کو پہلے سے اپنے دربار میں بٹھا رکھا تھا، جب یہ سر مجلس میں آیا تو مختار نے حفص سے کہا تو جانتا ہے، یہ سر کس کا ہے، اس نے کہا ہاں اور اس کے بعد مجھے بھی اپنی زندگی پسند نہیں، اس کو بھی قتل کر دیا گیا، اور مختار نے کہا عمر بن سعد کا قتل تو حسین رضی اللہ عنہ کے بدلہ میں ہے اور حفص کا قتل علی بن حسین رضی اللہ عنہ کے بدلہ میں، اور حقیقت یہ ہے کہ پھر بھی برابری نہیں ہوئی، اگر میں تین چوتھائی قریش کو بدلہ میں قتل کر دوں، تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ایک انگلی کا بھی بدلہ نہیں ہو سکتا۔

حکیم بن طفیل جس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے تیر مارا تھا، اس کا بدن تیروں سے چھلنی کر دیا گیا، اسی میں ہلاک ہوا۔

زید بن رفاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بھتیجے مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہ کے تیر مارا، اس نے ہاتھ سے اپنی پیشانی چھپائی، تیر پیشانی پر لگا، اور ہاتھ پیشانی کے ساتھ بندھ گیا، اس کو گرفتار کر کے اوّل اس پر تیر اور پتھر برسائے گئے، پھر زندہ جلا دیا گیا۔

سنان بن انس جس نے سر مبارک کاٹنے کا اقدام کیا تھا کوفہ سے بھاگ گیا، اس کا گھر منہدم کر دیا گیا۔

قاتلانِ حسین رضی اللہ عنہ کا عبرتناک انجام معلوم کر کے بے ساختہ یہ آیت مبارکہ زبان

پرآتی ہے۔

كَذٰلِكَ الْعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ

"عذاب ایسا ہی ہوتا ہے اور آخرت کا عذاب اس سے بڑا ہے، کاش وہ سمجھ لیتے۔"

مرقع عبرت

عبدالما لک بن عمیر لیثی کا بیان ہے کہ میں نے کوفہ کے قصرِ امارت میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر عبداللہ بن زیاد کے سامنے ایک ڈھال پر رکھا ہوا دیکھا، پھر اسی قصر میں عبداللہ بن زیاد کا سر کٹا ہوا مختار کے سامنے دیکھا، پھر اسی قصر میں مختار کا سر کٹا ہوا مصعب بن زبیر کے سامنے دیکھا، پھر اسی جگہ مصعب بن زبیر کا سر عبدالملک کے سامنے دیکھا، میں نے یہ واقعہ عبدالملک سے ذکر کیا، تو اس قصر کو منحوس سمجھ کر یہاں سے منتقل ہوگیا۔

(تاریخ الخلفاء)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو شاید اس فتنہ کا علم ہوگیا تھا، وہ آخر عمر میں یہ دعاء کیا کرتے تھے کہ یا اللہ میں آپ سے پناہ مانگتا ہوں، ساٹھویں سال اور نوعمروں کی امارت سے ہجرت کے ساٹھویں سال ہی یزید جیسے نوعمر کی خلافت کا قضیہ چلا اور یہ فتنہ پیش آیا۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

نتائج وعبر

واقعہ شہادت کی تفصیل آپ نے سنی، اس میں ظلم و جور کے طوفان دیکھے، ظالموں اور ناخدا ترس لوگوں کا بڑھتا ہوا اقتدار نظر آیا، دیکھنے والوں نے یہ محسوس کیا کہ ظلم و جوار اور فسق و فجور ہی کامیاب ہے، مگر آنکھ کھلی تو معلوم ہوا کہ یہ سب طلسم تھا جو آنکھ جھپکنے میں ختم ہوگیا، اور دیکھنے والوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا، کہ ظلم و جور کو فلاح نہیں، ظالم، مظلوم سے زیادہ اپنی

جان پر ظلم کرتا ہے۔

پنداشت ستمگر کہ ستم برما کرد
برگردنِ وے بماند و برما بگذشت

اور یہ کہ جن مظلوموں کو فنا کرنا چاہا تھا وہ درحقیقت آج تک زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے، گھر گھر میں ان کا ذکر خیر ہے، اور صدیاں گزر گئیں، کروڑوں انسان ان کے نام پر مرتے ہیں، اور اُن کے نقش قدم کی پیروی کو پیغامِ حیات سمجھتے ہیں، یہ آیت مبارکہ:

اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ

ایک محسوس حقیقت ہو کر سامنے آ گئی، کہ حق و باطل کے معرکہ میں آخری فتح اور کامیابی حق کی ہوا کرتی ہے۔

اس میں عام لوگوں کے لیے اور بالخصوص ان لوگوں کے لیے جو حکومت و اقتدار کے نشہ میں مست ہو کر ظلم و عدل سے قطع نظر کر لیں بڑی نشانیاں ہیں۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

معرکۂ حق و باطل میں کسی وقت حق کی آواز دب جائے اہل حق شکست کھا جائیں، تو یہ بات نہ حق کے حق ہونے کے خلاف ہے، نہ باطل کے باطل ہونے کے منافی، دیکھنا انجام کار کا ہے، کہ آخر میں حق پھر اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ کامیاب ہوتا ہے۔

☆☆☆

اُسوۂ حسینی

آخر میں پھر اس کلام کا اعادہ کرتا ہوں جو اس کتاب کے شروع میں لکھ چکا ہوں کہ حُب اہل بیت اطہار جزو ایمان ہے، ان پر وحشیانہ مظالم کی داستان بھلانے کے قابل نہیں، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کی مظلومانہ اور دردانگیز شہادت کا واقعہ جس کے دل میں رنج وغم اور درد پیدا نہ کرے وہ مسلمان کیا انسان بھی نہیں، لیکن ان کی سچی اور حقیقی محبت و عظمت اور ان کے مصائب سے حقیقی تاثر، یہ نہیں کہ سارے سال خوش وخرم پھریں، کبھی اُن کا خیال بھی نہ آئے، اور صرف عشرۂ محرم میں واقعہ شہادت سن کر رو لیں، یا ماتم برپا کر لیں، یا تعزیہ داری کا کھیل تماشہ بنائیں، سارے سال گرمی کی شدت کے زمانہ میں کسی کی پیاس کا خیال نہ آئے اور محرم کی پہلی تاریخ کو اگرچہ سردی پڑ رہی ہو کسی کو ٹھنڈے پانی کی ضرورت نہ ہو شہدائے کربلا کے نام کی سبیل کا ڈھونگ بنایا جائے، بلکہ حقیقی ہمدردی اور محبت یہ ہے کہ جس مقصد عظیم کے لیے انہوں نے یہ قربانی دی اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے اپنی اپنی ہمت کے مطابق ایثار و قربانی پیش کریں ان کے اخلاق واعمال کی پیروی کو سعادت دنیا و آخرت سمجھیں، وہ مقصد اگر آپ نے اس رسالہ کو اور اس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ارشادات اور خطبات کو بغور پڑھا ہے تو اس کے متعین کرنے میں آپ کو کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ ملے گی، میں یاد دہانی کے لیے پھر آپ کے کچھ کلمات کا اعادہ کرتا ہوں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کس مقصد کے لیے قربانی پیش کی

اس رسالہ کے صفحہ ۲۵ پر آپ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا وہ خط پڑھا جو اہل بصرہ کے نام لکھا تھا جس کے چند جملے یہ ہیں۔

"آپ لوگ دیکھ رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مٹ رہی ہے

اور بدعات پھیلائی جارہی ہیں میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرو اور اس کے احکام کی تنفیذ کے لیے کوشش کرو۔ (کامل ابن اثیر صفحہ ۹، جلد ۴)"

فرزدق شاعر کے جواب میں جو کلمات کوفہ کے راستے میں آپ نے ارشاد فرمائے اس کے چند جملے رسالہ ہذا کے صفحہ ۴۴ پر ہیں۔

"اگر تقدیر الٰہی ہماری مراد کے موافق ہوئی تو ہم اللہ کا شکر کریں گے اور ہم شکر ادا کرنے میں بھی اسی کی اعانت طلب کرتے ہیں کہ ادائے شکر کی توفیق دی، اور اگر تقدیر الٰہی مراد میں حائل ہوگئی تو اس شخص کا کچھ قصور نہیں جس کی نیت حق کی حمایت ہو اور جس کے دل میں خدا کا خوف ہو۔" (ابن اثیر)

صفحہ ۵۱ میں میدانِ جنگ کے خطبہ کے یہ الفاظ غور سے پڑھیے، جس میں ظلم و جور کے مقابلہ کے لیے محض اللہ کے لیے کھڑے ہونے کا ذکر ہے، صفحہ ۵۲ پر میدانِ جنگ کا تیسرا خطبہ اور اس کے بعد حر بن یزید کے جواب میں ایک صحابی کے اشعار مکرر غور سے پڑھیئے جس کے چند جملے یہ ہیں۔

"موت میں کسی جوان کے لئے عار نہیں جبکہ اس کی نیّت خیر اور مسلمان ہو کر جہاد کر رہا ہو۔ صفحہ ۵۶ پر عین میدان کارزار میں صاحبزادہ علی اکبر رضی اللہ عنہ کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خواب سن کر یہ کہنا کہ ابا جان کیا ہم حق پر نہیں۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کی طرف سب بندگانِ خدا کا رجوع ہے بلاشبہ ہم حق پر ہیں۔"

اس کو مکرر پڑھیئے۔

صفحہ ۶۲ پر اہل بیت کے سامنے آپ کے آخری ارشادات کے یہ جملے پھر پڑھیے۔

"میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں راحت میں بھی اور مصیبت میں بھی یا
اللہ میں آپ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ آپ نے ہمیں شرافت نبوت سے
نوازا اور ہمیں کان، آنکھ اور دل دیئے جس سے ہم آپ کی آیات
سمجھیں اور ہمیں آپ نے قرآن سکھایا اور دین کی سمجھ عطا فرمائی ہمیں
آپ اپنے شکر گزار بندوں میں داخل فرمالیجئے۔"

اِن خطبات اور کلمات کو سننے پڑھنے کے بعد بھی کیا کسی مسلمان کو یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہٗ کا یہ جہاد اور حیرت انگیز قربانی اپنی حکومت و اقتدار کے لئے تھا، بڑے ظالم ہیں وہ لوگ جو اس مقدس ہستی کی عظیم الشان قربانی کو ان کی تصریحات کے خلاف بعض دنیوی عزت و اقتدار کی خاطر قرار دیتے ہیں۔ حقیقت وہی ہے جو شروع میں لکھ چکا ہوں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہٗ کا سارا جہاد صرف اس لیے تھا کہ:

کتاب و سنت کے قانون کو صحیح طور پر رواج دیں۔

اسلام کے نظامِ عدل کو از سرِ نو قائم کریں۔

اسلام میں خلافت نبوت کے بجائے ملوکیت و آمریت کی بدعت کا مقابلہ کریں۔

حق کے مقابلہ مین نہ زور وزر کی نمائش سے مرعوب ہوں اور نہ جان و مال اور اولاد کا خوف اس راستہ میں حائل ہو۔

ہر خوف و ہراس اور مصیبت و مشقت میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد رکھیں اور اسی پر ہر حال میں توکل و اعتماد ہو، اور بڑی سے بڑی مصیبت میں بھی اس کے شکر گزار بندے ثابت ہوں۔

کوئی ہے جو جگر گوشۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مظلوم کربلا، شہید جور و جفا کی اس پکار کو سنے اور اُن کے مشن کو ان کے نقشِ قدم پر انجام دینے کے لیے تیار ہو اور ان کے اخلاق حسنہ کی پیروی کو اپنی زندگی کا مقصد ٹھہرائے۔

یا اللہ ہم سب کو اپنی اور اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کرام اور

اہل بیت اطہار کی معیت کاملہ اور اتباع کامل نصیب فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا ارْزُقْنَا حُبَّکَ وَحُبَّ رَسُوْلِکَ وَحُبَّ اَھْلِ بَیْتِہِ الْاَطْھَارِ وَاَصْحَابِہِ الْاَبْرَارِ مَا یَحُوْلُ بِہٖ بَیْنَنَا وَبَیْنَ مَعَاصِیْنَا وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَصَفْوَۃِ رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی صَحْبِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَلَا سِیَّمَا سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○

العبد الضعیف

مفتی محمد شفیع کان اللہ لہٗ

۱۳۷۵ھ

صدرِ مجلس منتظمہ

دارالعلوم کراچی

